

عرات سیریز

ایجنٹ فرام پاور لینڈ

سنگل

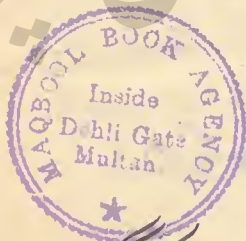
مظاہر کلیم ایگے

عراق سیرت ۱۱۸

# ایجنٹ فرائیڈ اور لینڈ

مکمل ناول

منظر کلیم ایم اے



یوسف برادرز  
پاک گیٹ  
متانے

# چند باتیں

محترم قارئین!

السلام وعلیکم! پاورلینڈ کے سلسلے کی ایک کہانی پیش خدمت ہے پاورلینڈ کے سلسلے میں قارئین نے بلا مبالغہ ہزاروں خطوط لکھے جن میں ہر ایک میں یہی اصرار ہوتا تھا کہ پاورلینڈ کے سلسلے میں آئندہ کہانیاں جلد از جلد لکھی جائیں۔ مجھے خوشی ہے کہ قارئین نے پاورلینڈ کے سلسلے کو یہ پناہ پسند کیا ہے۔ اور بعض قارئین کا تو مسلسل اصرار رہا ہے کہ پاورلینڈ پر مسلسل اور طویل عرصے تک کہانیاں لکھی جائیں۔ لیکن چونکہ ایسا ممکن نہیں ہے اور پاورلینڈ ایک ایسی تنظیم ہے جس کا اختتام ایک دو کہانیوں میں نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اس سلسلے پر وقتاً فوقتاً مختلف انداز کی دلچسپ کہانیاں لکھتا رہوں گا۔ اور جب مناسب ہوگا تو شاید اس کا اختتام بھی سامنے آجائے۔

موجودہ کہانی پاورلینڈ کے سلسلے کی ایک دلچسپ کہانی ہے جس میں پاورلینڈ کی طرف سے ایک انتہائی خطرناک ایجنٹ کو پاکستان بھیجا گیا ہے تاکہ وہ عمران اور پاکستان سیکرٹ سروس کا خاتمہ کر سکے یہ خطرناک ایجنٹ واقعی ایسی صلاحیتوں کا مالک تھا کہ عمران اور پوری سیکرٹ سروس سے ٹکرا سکے۔ اور اس نے پاکستان پہنچ کر جس انداز میں کام شروع کیا اس کے نتیجے میں واقعی عمران اور پاکستان سیکرٹ سروس دونوں ہی بکھلا کر رہ گئے۔

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار و واقعات اور پیش کردہ پوئٹری قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جھڑپی یا کالی مطالبات محض اتفاقیہ ہوگی جس کے لئے پبلشرز مصنف برسرِ قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشران — اشرف قریشی

یوسف قریشی

پرنٹر — محمد یونس

طابع — ندیم یونس پرنٹر لاہور

قیمت 50 روپے





دہین۔ تیز رفتار اور خوفناک صلاحیتوں کے مالک پاور لینڈ کے  
ایجنٹ نے درحقیقت عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروں کو اپنی بے پناہ  
صلاحیتوں کے حصار میں بے بس کر کے رکھ دیا۔ لیکن اس خوفناک  
مکملہ کا انجام کیا ہوا۔۔۔۔۔؟ ہو سکتا ہے کہ یہ انجام آپ کی توقعات  
کے برعکس ہو۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ اسے پڑھ کر خود ہی اس کے  
انجام سے لطف اندوز ہوں۔

مجھے یقین ہے کہ بھرپور آکیشن اور سپنس پر مبنی یہ کہانی آپ کے  
اعلیٰ معیار پر پوری اترے گی۔

والسلام  
منظہر کلیم ایم۔ اے

کال کال بیل کی آواز سنتے ہی عمران نے اخبار سے نظریں  
ہٹائیں اور میز پر رکھی ہوئی چائے کی پیالی اٹھا کر لبوں سے لگالی۔ اس  
نے سلیمان کی دروازے کی طرف جاتے ہوئے قدموں کی آواز سن  
لی تھی۔ اور اب چائے پینے کے ساتھ ساتھ اس کی نظریں ڈرائنگ روم  
کے دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ صبح صبح کس کی  
انگلی کھجلائی ہوگی کہ دو گھر لے اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی گئیں۔  
سامنے دروازے پر سر رحمان اور ان کے پیچھے اماں بی اور ثریا  
کے چہرے صاف دکھائی دے رہے تھے۔

”تو اس گھڑے میں رہتا ہے میرا بیٹا۔۔۔ اماں بی کی آواز  
سنائی دی اور عمران یوں اچھل کھڑا ہو گیا جیسے اس کے پیروں تلے  
بم پھٹ پڑا ہو۔

”اس۔۔۔ اس۔۔۔ السلام علیکم۔۔۔ وعلیکم السلام۔۔۔ وعلیکم السلام۔“

عمران نے بوکھلا کر خود ہی سلام کر دیا اور پھر خود ہی جواب دینے لگا۔ اور اس کی اس بوکھلاہٹ پر تیریا کا مترنم قہقہہ گونج اٹھا۔ اب وہ تینوں ڈرائنگ روم میں داخل ہو چکے تھے۔ سرد خان کے چہرے پر موجود فطری سختی کچھ اور بڑھ گئی تھی۔

”کو کو موطا قات بیٹے سے۔ اس کا حال دیکھا ہے۔ دس بج چکے ہیں اور یہ ابھی شبِ خوابی کے لباس میں ہے۔“ — سر رحمان نے انتہائی تلخ انداز میں اتالی بی سے کہا اور خود دیول لاطعلی ہو کر صوفے پر بیٹھ گئے جیسے ان کا عمران سے کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔ عمران پیالی میز پر رکھ کر تیر کی طرح بڑھا اور اتالی بی کے قدموں میں جھک گیا۔

”تو اور کیا تمہاری طرح بستر میں لیٹے لیٹے سوٹ چٹھلے“

اتالی بی نے عمران کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے سر رحمان کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ اور اس پار سر رحمان بھی مسکرا دیئے۔ شریا کے چہرے پر جیسے پھلڑیاں سی چھوٹے لگیں۔ لیکن وہ باپ کی وجہ سے اپنا فہمہ دبا گئی۔

”اور تو تیری تو میں اب کھال اتار دوں گی۔ تم باپ بیٹے نے مجھے زندہ دو کر دیا ہے۔ غضب خدا کا جو ان بہن بھائیوں پر ہے۔ اور تم جاسوسیاں ماسوسیاں کرتے پھر رہے ہو۔ چلو میں تمہیں لینے آئی ہوں۔ چلو ابھی چلو۔ ورنہ یہیں سے جوتیاں مارتی ہوئی لے چلوں گی“ اماں نے عمران کو کان سے یکٹتے ہوئے کہا۔

”مم—مم—مگر اماں بی میری بات تو سنئے.....“

عمران نے بڑی طرح ہکھلاتے ہوئے کہا۔ دہریوں سمہا کھڑا تھا جیسے

اس کا کان کسی پلاس کے تکیجے میں آگیا ہو۔ حالانکہ بوڑھی ماں کا وہ ہاتھ بھی کمزوری کی وجہ سے لرز رہا تھا جس سے انہوں نے عمران کا کان پکڑا ہوا تھا۔ لیکن ظاہر ہے یہ ماں کا ہاتھ تھا۔ بڑے سے بڑے مجرم اور سیکرٹ ایجنٹ کو آج تک یہ حسرت ہی رہی تھی کہ وہ عمران کے جسم کو ہاتھ بھی لگا سکیں گا نہ پکڑنا تو دور کنار۔ لیکن بوڑھی ماں کے سامنے عمران یوں بھیگی بٹی بنا کھڑا تھا جیسے اس نے زندگی میں کبھی حرکت ہی نہ کی ہو۔

”میں تیری کوئی بات نہیں سنتی۔ بس تم ابھی گھر چلو۔ ابھی اور اسی وقت۔ اور وہ کہاں ہے وہ کلمہ؟ سلیمان جو بڑا بادشاہ کی بنا پھر تا ہے۔ یہ حال کہ دیا ہے میرے بیٹے کا۔ دیکھو تو بیٹیاں نکل آئی ہیں“

آپاں نے عمران کا کان جھوڑ کر سلیمان پر چڑھ دوڑیں۔

”جنگم صاحبہ میں نوروز ان کے لئے حیرہ بناتا ہوں۔ لیکن صاحبہ کھاتے ہی نہیں۔ مجبوراً مجھ باپ پر بھیکننا پڑتا ہے۔“ سلیمان نے جو دروازے پر کھڑا تھا۔ بڑے منصوبہ سے لہجے میں جواب دیا۔

”کیسے نہیں کھاتا۔ اس کا باپ بھی کھائے گا۔“ اماں پی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور اس بار شریا کے حلق سے نکلنے والے ہنسنے نے چھت سی کھاڑ دی۔

مجھے تو تم نے ایک بار بھی حویہ نہیں کھلایا۔ اپنے لاڈ لے کے لئے کیسے کہہ رہی ہو۔“ — سر رحمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بس بس رہنے دو جو نیچے۔ عمران سے زیادہ تو مہربان اور نیک لال ہے۔ چلو اسے لے چلو۔ ابھی اور اسی وقت“۔ اٹال بی نے

ثریا کو غصے سے گھورتے ہوئے سر رحمان سے کہا۔

”بیگم صاحبہ بیٹھیں۔ میں آپ کے لئے چائے بنا لاؤں۔ خاص سی منگووانی ہے سیلون سے۔“ سلیمان نے بڑے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

”بس بس میں یہاں بیٹھنے کے لئے نہیں آئی۔ تم بھی اپنی دیکھی چولہا اٹھاؤ اور چلو کوٹھی۔ یہ پتی دنی دیں چل کر منگووانا۔“ اماں بی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اماں بی۔ آخر آپ کو بیٹھے بیٹھے یہ خیال کیسے آگیا۔ آپ نے خواہ مخواہ تکلیف کی آپ حکم فرمائیں میں سر کے بل چل کر آجاتا،“ عمران نے بڑے سعادت مندانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں سر کے بل چل کے آتے تاکہ خود دچار بال سر پہ ہیں وہ بھی صاف ہو جائیں۔ بس بس تم پیروں سے چل کر آؤ۔ ثریا کے سسرال والے کیا کہیں گے کہ ایک ہی بھائی ہے اور وہ بھی گنجنا۔“

اماں بی نے غصیلے لہجے میں کہا اور سر رحمان تو مسکرا دیئے جب کہ ثریا نے اپنی سسرال کا ذکر سن کر شرم سے منہ پھیر لیا۔

”ثریا کے سسرال۔ ارے اس کی شادی بھی کر دی آپ نے مجھے بتایا ہی نہیں۔“ عمران نے فوراً ہی آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

”ارے ہائے ہائے۔ ایسے ہی کر دی شادی۔ خواہ مخواہ جو منہ میں آتا ہے بک دیتے ہو۔ باپ نے کبھی سمجھایا ہو تو پتہ چلے کہ کون سی بات کمنی ہے کون سی نہیں۔“ اماں بی نے عمران کے سر پر چپٹ لگاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر سسرال۔“ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”ارے بے شرم بہن کو ساری عمر گھر بٹھاتے رکھو گے۔ لیکن تمہیں کیا۔ تمہیں تو یہ جاسوسیاں ماسوسیاں ہی نہیں چھوڑتیں۔ اب کوٹھی میں آئیں تو جوتے مار مار کر بھگا دوں گی۔“ اماں بی نے کہا۔ وہ شاید جاسوسیاں ماسوسیاں کو لڑکیاں سمجھتی تھیں۔

”اماں۔ جاسوسی ماسوسی کوئی لڑکی تھوڑی سی ہوتی ہے۔“

ثریا نے وضاحت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ جب کہ سر رحمان مسلسل مسکرا رہے تھے۔ آج بخانے کیوں ان کا موڈ بھی خلاف توقع خوشگوار تھا۔

”چلو لڑکی نہ ہو گی عورت ہو گی۔ لیکن اب کان کھول کر سن لو۔ کوٹھی میں آئی تو مجھ سے بڑا کوئی نہ ہو گا۔ اور تم ابھی کھڑے ہو چلو۔ آج ثریا کے سسرال والے دن پکے کرنے آ رہے ہیں۔ وہاں تمہاری موجودگی ضروری ہے۔ بس ابھی چلو۔ اور پھر سنو۔ اب میں تمہیں واپس نہیں آنے دوں گی۔ ثریا کی شادی کا سارا کام تم نے بٹھاتا ہے اور پھر ثریا کے جانے کے بعد میں اکیلی رہ جاؤں گی اس لئے تم نے میرے پاس رہنا ہے۔ چلو ابھی۔“ اماں نے وضاحت کی اور ساتھ ہی ایک بار پھر عمران کا کان پکڑ لیا۔

”اچھا تو یہ بات ہے۔ لیکن اماں بی آپ کو اس بوڑھے اور کالے مینڈک سے زیادہ اچھا رشتہ نہ ملا تھا ثریا کے لئے۔“ عمران نے ثریا کی طرف دیکھتے ہوئے شرارت بھرے انداز میں کہا اور ثریا آنکھیں نکال کر ہی رہ گئی۔



”کیا کہہ رہے ہو۔ بوڑھا اور کالا مینڈک۔ کس نے کہا ہے تمہیں مجھے تو تمہارے باپ نے بتایا کہ وہ بہت خوب صورت جوان ہے۔ انجینئر ہے۔ نیا ذی پٹھان ہے۔ اور تم اُسے بوڑھا اور کالا مینڈک کہہ رہے ہو۔“ اماں بی عمران کا کان چھوڑ کر حیرت سے دو قدم پیچھے ہٹ گئیں۔

”اس کی یہی عادت مجھے پسند نہیں کہ بغیر سوچے سمجھے بکواس کر دیتا ہے۔“ سردھان نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں ڈیڈی۔ میں نے بالکل سوچ سمجھ کر بکواس کی ہے۔ اماں بی کیا اس بوڑھے کی بھینٹ چڑھانے کے لئے تیار ہی رہ گئی ہے کیا اب عمران کی بہن اس قابل ہے کہ اُسے.....“۔ عمران نے بڑے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”آئے ہائے۔ کس کی جمآت ہے کہ میری بیٹی کا نام بھی لے۔ میں اس کا منہ نہ نوچ لوں گی۔ اور تم۔ تم باپ ہو کہ اپنی بیٹی کو کنوئیں میں دکھا دے رہے ہو۔ خبردار اگر وہ ہمارے گھر آئے یا انہوں نے تریا کا نام لیا۔ بس بس۔ کوئی بوڑھی جا کر تلاش کریں۔“ اماں بی کا غصہ پورے عروج پر پہنچ گیا۔

سردھان کا چہرہ غصے سے جگڑنے لگا جب کہ عمران اُسی طرح معصوم صورت بنائے کھڑا تھا۔

”بیگم۔ تم بھی خواہ مخواہ اس کی باتوں میں آجاتی ہو۔ اس نے تو دیکھا بھی نہیں سلیم کو۔ پوچھو اس سے کب دیکھا ہے اُسے۔“

سردھان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور جھٹکے سے اٹھ کھڑے

ہوئے۔ ان کا خوشگوار موڈ اب جگڑنے لگا تھا۔

میرا بیٹا بغیر دیکھے اتنی بڑی بات نہیں کر سکتا۔ کیوں عمران۔ کہاں دیکھا ہے تم نے اُسے۔“ اماں بی نے بیٹے کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

”اماں بی میرے پاس جو بوڑھا اور کالا مینڈک آیا تھا وہ تو اپنا نام عبد الرشید تیار ہا تھا۔ وہ کوئی اور ہو گا۔ میں نے تو اُسے بھگا دیا تھا۔“ عمران نے نازک معاملے کو جگڑتے دیکھ کر فوراً ہی ٹیڑھی بدلتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے معاملہ بے حد نازک تھا اور وہ اپنی ماں کا مزاج جانتا تھا۔ کہ ایک بار انہوں نے نہیں کر دی تو پھر چاہئے سلیم یوسف ثانی کیوں نہ بن جاتا انہوں نے ماں نہ کمائی تھی۔ اور اس نے تو حسب عادت مذاق کر ڈالا تھا مگر اب صورت حال کو جگڑتے دیکھ کر اُسے احساس ہوا تھا کہ معاملہ اس کی بہن کا ہے اس لئے اس نے فوراً ہی بات بدل دی۔

”عبد الرشید۔ وہ کون ہے۔ اس کی کیسے جمآت ہوئی کہ سیدھا تمہارے پاس آجائے۔“ اماں بی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”وہ اماں بی۔ وہ تو شادیاں کرانے والا تھا۔ بس ویسے ہی چائے پینے آگیا تھا۔ اور اماں بی اگر آپ حکم کریں تو میں سلیم کی پوری چھان بین کروں تاکہ آپ کو پوری تسلی ہو جائے۔“ عمران نے کہا۔

”ماں ماں بالکل کر دم بھائی ہو۔ تمہارا فرص ہے۔“ اماں بی نے فوراً ہی حامی بھرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر اماں بی آج میں ان کے سامنے نہیں آتا تاکہ وہ میری شکل نہ دیکھ لیں ورنہ وہ اپنا چھان کسی کو بیچ دیں گے اور بین بجا باندہ کر دیں گے۔ بس میں غصہ رکھ کر کہوں گا"۔ عمران نے فوراً ہی جان بچانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ لیکن حسب عادت وہ چھان اور بین کا نینا استعمال کرنے سے باز نہ رہا۔

"کیا بیچ دیں گے"۔ اماں بی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"بیگم میں نے دفتر بھی جانا ہے۔ اب کر نو فیصلہ۔۔۔ اسے ساتھ لے جانا ہے یا نہیں۔ یہ تو اسی طرح سال بھر اوٹ پٹانگ باتیں کرتا رہے گا"۔ سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا۔

"بس ڈیڑھی۔ اماں بی نے فیصلہ کر لیا۔ آج میں ان کے سامنے نہیں آؤں گا اور غصہ تحقیقات کر دوں گا"۔ عمران نے فوراً ہی کہا۔ "تحقیقات تو کیا وہ مجرم ہیں۔ ڈاکو ہیں جو تو موٹی تحقیقات کر لے گا۔ ارے یہ تم لوگ کس جگہ میں پھنسا رہے ہو میری بیٹی کو"۔

اماں بی تحقیقات کو کسی طرف لے گئیں۔

"اماں تحقیقات کا مطلب ہوتا ہے چھان بین"۔ ثریا نے جو اب تک خاموش کھڑی تھی بول پڑھی۔

"اچھا اچھا تو یوں کہو۔۔۔ ہاں ٹھیک ہے تم کہو چھان بین۔ پھر مجھے بتانا۔ ابھی تم سامنے نہ آؤ۔ ٹھیک ہے۔ لیکن اس چھان بھٹک کے بعد تم نے وہیں کوٹھی میں رہنا ہے۔ سمجھے"۔ اماں بی کا موڈ بدل گیا۔

"بالکل بالکل اماں بی بالکل بالکل۔۔۔ وہیں رہو گے ساری عمر آپ کے

قدیموں میں بیٹھ کر گزاروں گا"۔ عمران نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"بس خواہ مخواہ رات سے اودھم مچا رکھا تھا کہ صبح ہر صورت میں عمران کو لے آؤں گی۔ آداب چلیں۔ میرا دفتر کا دقت ہو گیا ہے"۔ سر رحمان نے بڑا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا چلے جانا دفتر۔۔۔ ساری عمر ہی جاتے رہے ہو۔ آج کوئی نئے تو نہیں جاؤ گے۔ عمران بیٹے پوری طرح چھان بھٹک کر بنا۔ آخر تمہاری بہن کی زندگی کا معاملہ ہے"۔ اماں بی نے عمران کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"بالکل بالکل اماں بی۔ میں اس کے سر کے بال بھی گن لاؤں گا۔" حاک کی لمبائی۔ کانوں کی چوڑائی۔ آنکھوں کا بھینگا پن سب کچھ"۔ عمران نے شرارت بھرے انداز میں ثریا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور ثریا نے ایک بار پھر غصے سے آنکھیں نکالیں۔

"ہاں ہاں بالکل بالکل"۔ آخر تم ہی تو اکلوتے بھائی ہو ثریا کے"۔ اماں بی نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ چونک پڑیں۔

"کیا کہا۔۔۔ بھینگا پن"۔ اماں بی کو شاید اب عمران کا لفظ سمجھ آیا تھا۔

"بس بس چلو اب خواہ مخواہ مزید وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں"۔ سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور دروازے کی طرف مڑ گئے۔

"ارے مجھے پوچھنے تو دو۔ اتنی بھی کیا آفت آگئی۔ وہ بھینگا پن



کی بات کرنے لگا ہے تو تمہیں بھاگنے کی جلدی ہو گئی ہے۔

اماں بی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”وہ اماں بی میں سلیم کے بارے میں تھوڑی سی کہہ رہا تھا۔ میں تو اس کے چچا کی بات کر رہا تھا۔“ عمران نے جان چھڑانے کے لئے کہا۔

”چچا۔۔۔ ارے ہوتا رہے چچا بھینگا۔ ہم نے چچا سے کیا لینا ہے۔

بس تم جلدی سے مجھے بتانا۔“ اماں بی نے مطمئن ہو کر کہا۔

اور سر رحمان مسکرا دیئے۔ واقعی ان کی بیگم انتہائی سادہ لوح تھی اور جب مسئلہ عمران جیسے اکلوتے بیٹے کا ہو جو گرت گٹ کی طرح رنگ

بدلنے میں ماہر ہو تو بیگم کے ساتھ ایسا ہونا ہی تھا۔ عمران انہیں

دروازے تک چھوڑنے آیا۔ اماں بی آخر تک اُسے جلدی بتانے کی تلقین کرتی رہیں۔

”بھینگی ہو گئی تمہاری بیگم۔ خبردار جو انہیں بھینگا کہا۔“

ثرتیا نے دروازے سے نکلتے ہوئے زور سے عمران کے بازو میں

پھکی بھری اور دوڑ کر ڈیٹی کے پاس پہنچ گئی۔ عمران بے اختیار

پڑا۔ اور سر ہلا کر ثرتیا کو بدلہ لینے کا اشارہ کرتا رہا۔ جب ڈیٹی

انہیں کار میں بٹھا کر آئے بڑھتے تو عمران دروازہ بند کر کے

مڑا اور آکر صوفے پر اس طرح بیٹھ گیا کہ اس نے اپنی دونوں ٹانگیں

سامنے رکھی ہوئی میز پر رکھ دیں۔

”سلیمان۔۔۔ سلیمان صاحب ذرا بات سنو۔“ عمران

کے لہجے میں غصے کی جھلک تھی۔

اس نے جان بوجھ کر ایسا لہجہ بنایا تھا کہ سلیمان دوڑا چلا آیا۔

”جی صاحب۔۔۔ سلیمان نے اس کے لہجے کے مطابق دروازے

پر ہاتھ کر پڑے فرمانبردارانہ لہجے میں کہا۔

”کہاں ہے وہ حریمہ۔ جو تم بناتے ہو اور میں نہیں کھاتا۔ لاؤ

اُسے۔“ عمران نے اُسی طرح مصنوعی غصے کے انداز میں کہا۔

”حریمہ۔۔۔ وہ کیا ہوتا ہے، کیا کسی محترمہ کا نام ہے۔ نام تو اچھا

ہے۔ ظاہر ہے خود بھی محترمہ اچھی ہی ہوں گی۔ اگر آپ میرا رشتہ

.....“ سلیمان نے عمران کا انداز سمجھتے ہی لہجہ بدل دیا۔

”یعنی تم حریمہ سے شادی کر دو گے۔ واہ واقعی کسی باورچی کی شادی

حریمہ سے ہی ہونی چاہیے۔ ٹھیک ہے۔ میں آج ہی جا کر اماں بی سے

کہتا ہوں کہ سلیمان اپنی شادی حریمہ سے کر رہا ہے۔ اور مجھ سے

پہلے۔“ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ارے ارے بیگم صاحبہ سے مت کہنا۔ میں باز آیا۔ انہوں

نے جوتی پکڑنی ہے تو پھر سر رحمان بھی نہ چھڑا سکیں گے۔ آپ خود

کر لیں جناب۔“ سلیمان نے خوف زدہ لہجے میں جواب دیا۔

اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔ عمران بے اختیار ہنس پڑا۔ اب اُسے

خیال آ رہا تھا کہ آخر یہ سلیم صاحب کون ہیں جن سے سر رحمان ثرتیا کی

شادی کر رہے ہیں۔ اتنا تو اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ انجینئر ہے۔

اور نیازی ہے۔ لیکن اب نجما نے دارالحکومت میں کتنے نیازی

انجینئر ہوں گے۔ اچانک اُسے خیال آیا کہ شاید سپرنٹنڈنٹ نیاض

کو علم ہو۔ اس نے جلدی سے ٹانگیں سیدھی کیں اور ٹیلی فون کا سیور

اٹھا کر سپرنٹنڈنٹ فیاض کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

”فیاض سپیکنگ سپرنٹنڈنٹ آف سنٹرل انٹیلی جنس بیورو“

رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سوپر فیاض کی تحکیم نہ آواز سنائی دی۔ فیاض کی عادت تھی کہ وہ اپنا پورا عہدہ مع حکمہ ساتھ ضرور بتاتا تھا کہ ٹیلی فون سننے والے پر پورا پورا رعب پڑ سکے۔

”میں سلیم بول رہا ہوں جناب۔ سر رحمان کا ہونے والا داماد“

عمران نے آواز اور لہجہ بدلتے ہوئے کہا۔

”ادہ اداہ سلیم صاحب آپ فرمائیے فرمائیے۔ میرے لائق کیا حکم ہے۔“ سوپر فیاض کا لہجہ یک لخت نرم پڑ گیا۔ ظاہر ہے سر رحمان کے ہونے والے داماد پر رعب جھاڑ کر اس نے مرنا تو نہ تھا۔

”میں نے آپ سے ایک خاص بات پوچھنی ہے۔ مجھے امید ہے آپ سر رحمان سے اس سلسلہ میں کچھ نہ کہیں گے۔“ عمران نے اُسی لہجے میں کہا۔

”فرد جناب ضرور۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں ذمہ دار آدمی ہوں۔ آپ قطعی بے فکر ہو کر حکم فرمائیں۔ لیکن جناب آج آپ کا لہجہ کچھ بدلا بدلا سا ہے۔“ فیاض نے شاید اب لہجے پر غور کیا تھا۔ اور ظاہر ہے عمران کو تو علم ہی نہ تھا کہ سلیم کا لہجہ کیسا ہے۔ اس نے تو ویسے ہی لہجہ اور آواز بنالی تھی۔

”میرا کلا غراب ہے۔ اچھا آپ یہ بتائیں کہ سر رحمان کا بیٹا علی عمران کیسا آدمی ہے۔ مجھے تو اس کے متعلق بہت عجیب سی اطلاعات

ملی ہیں۔“ عمران نے جان بوجھ کر پوچھا۔

”علی عمران۔“ وہ تو بہت اچھا نوجوان ہے جناب۔ انتہائی شریف

آپ کو کیا اطلاعات ملی ہیں۔“ سوپر فیاض نے فوراً ہی عمران کی تعریفیں کرتے ہوئے کہا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ وہ کیوں تعریفیں کر رہا ہے۔ اُسے معلوم تھا کہ نریتا کے رشتے کا نازک معاملہ ہے۔ اگر اس کی کسی بات سے معاملہ بگڑ گیا تو سر رحمان اس کی گردن توڑ ڈالیں گے۔ اس لئے وہ تعریف کرتے ہوئے مجبور تھا۔

”کمال ہے۔ آپ اُسے اچھا اور شریف کہہ رہے ہیں جب کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ عیاش طبع آدمی ہے۔ اپنے کسی دوست کے فلیٹ میں رہتا ہے۔ ایک غیر ملکی لڑکی کے ساتھ گھومتا پھرتا ہے۔ جواری ہے۔ اس کا کوئی دوست کسی بڑے عہدے پر ہے۔ وہ اس کا ختیوہ پورا کرتا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”ارے نہیں جناب یہ سب اطلاعات غلط ہیں۔ وہ بہت شریف آدمی ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کو کسی نے غلط اطلاع دی ہے۔ بس وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔“ فیاض نے کہا اور عمران اس کی حالت سمجھ رہا تھا کہ وہ کس طرح اپنے آپ پر جبر کر کے یہ سب کچھ کہہ رہا ہو گا۔

”اگر میں شریف آدمی ہوں تو پھر تم میری بُرائیاں کیوں کرتے ہو۔“ اچانک عمران نے اپنے اصل لہجے میں کہا۔

”ارے ارے تم عمران تم۔ یہ کیا حرکت تھی۔ اگر مجھے پہلے پتہ ہوتا کہ یہ تم ہو تو میں تمہیں بتاتا کہ تم کیسے آدمی ہو۔“ دوسری

طرف سے سو پرفیاض نے بے اختیار چمکتے اور ہنستے ہوئے کہا۔  
 "چلو اب بتا دو کہ میں کیسا آدمی ہوں تاکہ مجھے جواز تو مل جائے۔  
 تمہارے بلیک بلینس کی تفصیل ڈیڑھ سیڑھی تک پہنچانے کی ہے۔ عمران  
 نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ارے ارے میں کب تمہاری بُرائی کر رہا ہوں۔ تم تو واقعی انتہائی  
 نیک اور شریف آدمی ہو۔ اب کیا کمزوری۔ کاش تمہیں میری اس  
 کمزوری کا علم نہ ہوتا۔ بہر حال واقعی تم شریف آدمی ہو۔" سو پرفیاض  
 نے دانت پیستے ہوئے کہا اور عمران قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔  
 "بس اتنے میں ڈر گئے ابھی تو میں نے سوئیز لینڈ والے بینک  
 کی تو بات ہی نہیں کی۔" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔  
 "کیا کیا۔ کیا مطلب۔ تمہیں کس نے بتایا یعنی...."

سو پرفیاض بُری طرح بوکھلا گیا۔  
 "کہو تو تمہارے اکاؤنٹ کا کوڈ نمبر اور اس میں موجود رقم بھی بتا  
 دوں۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ کس کے ذریعے تم نے یہ اکاؤنٹ کھلوا یا  
 اور پھر کتنی کتنی رقم کتنے موقع پر جمع ہوئی۔" عمران نے کہا۔  
 "ارے خدا کی پناہ۔ تم تو کوئی نجومی ہو۔ حیرت ہے۔ میں نے  
 تمہاری بلیک میننگ سے جان چھڑانے کے لئے بڑا خفیہ کام کیا  
 تھا لیکن آخر تمہیں پتہ کیسے چلا۔ کمال ہے۔" سو پرفیاض واقعی  
 گھبرا گیا تھا۔

"چھوڑو۔ آفریں نے بھی تو زندہ رہنا ہے۔ تم جیسے لوگوں کے  
 راز مجھے معلوم نہ ہوں تو شام کو روٹی بھی نہ مل سکے گی اچھا یہ بتاؤ کہ

یہ سلیم صاحب کون ہیں۔ ان کا عدد دار بچہ کیا ہے،" عمران نے آخر  
 میں بات یہ لیتے ہوئے کہا۔  
 "کیا مطلب۔ تمہاری بہن کی اس سے شادی ہو رہی ہے۔ اور  
 تمہیں اس کے متعلق معلوم ہی نہیں۔" سو پرفیاض اور زیادہ  
 حیران ہو گیا۔

"میری بہن کی ہو رہی ہے میری تو نہیں۔ اور تم بے فکر ہو۔ میری  
 بہن کو پتہ ہوگا۔ لیکن مجھے تو آج ہی پتہ چلا جب ڈیڑھ سی۔ اماں بی اور ثریا  
 صبح صبح میرے فلیٹ میں وارد ہوئے کہ آج وہ لوگ آرہے ہیں اس  
 لئے تم مستقل طور پر کوٹھی منتقل ہو جاؤ۔ اماں بی نے تو کان سے کیڑ  
 لیا تھا۔ بڑی مشکل سے جان چھڑائی۔" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔  
 "اچھا آج اسی لئے سر رحمان دیر سے دفتر آئے ہیں۔ ویسے  
 کاش مجھے علم ہو جاتا تو میں اماں بی کو اپنا جوتا اتار کر دے دیتا کہ اس  
 سے تمہاری پٹائی گریں۔ واہ مزہ آ جاتا۔" سو پرفیاض نے ہنستے  
 ہوئے کہا۔

"اور میں اماں بی کو کچھ دیتا کہ اس فیاض نے تمہارے لاڈلے  
 بیٹے کو بگاڑ رکھا ہے تو پھر وہی جوتا تمہارے سر پر چلنا شروع ہو جاتا۔  
 اور پھر سر رحمان بھی اس جوتے باندی کو بند نہ کرا سکتے۔" عمران  
 نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں واقعی اماں بی کو غصہ آجائے تو پھر سر رحمان بھی بھگی بلی  
 بن جاتے ہیں۔" سو پرفیاض نے ہنستے ہوئے کہا۔  
 "ہر شریف آدمی کو اپنی بیوی کے سامنے بھگی بلی بننا پڑتا ہے۔ تم



یہی تو شریف آدمی ہو۔ کہو نہیں ہو۔ — عمران نے کہا اور سوپہ فیاض  
تہمتہ مار کر سنس بڑا۔

”واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اسی لئے تو تم شادی نہیں کرتے۔  
اچھا کبھی تو قابو آؤ گے پھر پوچھوں گا۔“ فیاض نے غفٹ بھرے  
انداز میں ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”تم نے بتایا نہیں کہ یہ سلیم صاحب کیا چیز ہیں۔“ عمران نے  
اُسے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

”ارے ہاں۔ ایک بار وہ اپنے ڈیڑھی کے ساتھ سر رحمان  
کے پاس آئے تھے۔ اور سر رحمان نے مجھے ان کے متعلق رپورٹ تیار  
کرتے کرتے لئے کہا تھا۔ ان کے ڈیڑھی امیر اللہ خان نیازی ڈپٹی کلکٹر  
ریٹائرڈ ہیں۔ انتہائی شریف اور نیک آدمی ہیں۔ خاصی وسیع جا تیار اد  
کے مالک ہیں۔ — سلیم ان کا اکوتا بیٹا ہے۔ سول انجینئر ہے۔ بڑا  
نوب صورت نوجوان ہے۔ ایماندار۔ شریف آدمی ہے۔ سلیم کی والدہ  
فوت ہو چکی ہیں کوئی بہن نہیں ہے۔ بس باپ بیٹے آفیسر کالونی میں اپنی  
ذاتی کوٹھی میں رہتے ہیں۔ — میری رپورٹ کے بعد سر رحمان نے خود  
بھی چھان بین کی اور پھر سلیم اور ان کے ڈیڑھی کی گھر میں دعوت کی  
اس کے بعد رشتہ طے پا گیا۔ آج شاید وہ لوگ شادی کی تاریخ لینے آ  
رہے ہیں۔“ سوپہ فیاض نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”واہ۔ ڈیڑھی نے بھی بیٹی کی شادی کے لئے اس طرح رپورٹیں  
تیار کرائی ہیں جیسے ان کا ہونے والا داماد کوئی بین الاقوامی سمگلر ہو۔“  
عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور سوپہ فیاض بھی جواب میں تہمتہ مار کر

ہنس بڑا۔  
”آخر محکمے کا بھی تو کوئی اثر ہونا چاہیے۔“ فیاض نے ہنستے

ہوئے کہا۔  
”یاد کبھی میری شادی کے لئے بھی رپورٹ تیار کر کے ڈیڑھی کو  
دے دو۔ اب سنٹرل انٹیلی جنس تو اس قابل رہ گئی ہے کہ شادیوں کے  
لئے رپورٹیں تیار کرتی رہے۔“ عمران نے بڑے طنز یہ لہجے  
میں کہا۔

”اچھا جی۔ اب ہمیں اس قابل بنا دیا تم نے۔ کاش ایک بار  
سر رحمان تمہارے لئے رپورٹ کے لئے کہیں تو سہی۔ ایمان سے  
ایسی رپورٹ بناؤں گا کہ ساری عمر شادی کے لئے ترستے رہ جاؤ  
گے۔“ سوپہ فیاض نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میں کسی بیوہ سے شادی کر لوں گا۔ آخر سنٹرل انٹیلی جنس کے کسی  
عہدہ دار کی بیوی بھی تو بیوہ ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے تو رپورٹ کی  
ضرورت نہ ہوگی۔“ عمران نے ترات بھرے لہجے میں کہا۔

”بس اب بکواس پر اتار آئے۔ بند کر دوں فون۔“ سوپہ فیاض  
نے مصنوعی غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔

”ارے فون بند نہ کرنا۔ ہاں یہ بتاؤ کہ آج کل کیا ہو رہا ہے۔ کوئی  
پروگرام وغیرہ نہیں بنا۔“ عمران نے کہا۔

”پروگرام کا کیا ہے جب بنا لو۔ بندہ حاضر ہے۔“  
سوپہ فیاض نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ وہ تو خود ایسے پروگراموں  
کا رسیا تھا۔

”اچھا تو پھر آج رات میری طرف سے شوبرا میں تمہارا ڈنر ہو گا تم بھی کیا یاد کرو گے کس حاتم طائی سے واسطہ پڑا ہے“ — عمران نے کہا۔

”سچ کہہ رہے ہو۔ سوچ لو۔ شوبرا میں ڈنر بہت مہنگا پڑے گا۔ سو پرفیاض نے اُسے پکا کرتے ہوئے کہا۔

”ہزار دو ہزار خرچ ہو جائیں گے۔ پھر کیا ہے۔ آخر تم میرے دوست ہو تمہارے سامنے اتنی رقم کی کیا حیثیت ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”اوہ شکریہ شکریہ۔ عزت افزائی کا شکریہ۔ پھر وقت تو بتا دو۔“ سو پرفیاض نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”رات آٹھ بجے شوبرا پہنچ جانا۔ میں وہیں ہوں گا۔ ٹھیک آٹھ بجے دیر نہ کرنا۔“ عمران نے بڑے پُر غلوص لہجے میں کہا۔

”میں ساڑھے سات پہنچ جاؤں گا۔ بے فکر رہو۔“ سو پرفیاض نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اور عمران نے بائی بائی کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر شراحت بھری مسکراہٹ موجود تھی۔ وہ چند لمحے بیٹھا سوچتا رہا پھر اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

”یس پی۔ اے ڈائریکٹر جنرل۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی سر رحمان کے پی۔ اے کی آواز سنائی دی۔

”منیجر شوبرا ہوٹل بول رہا ہوں۔ سر رحمان سے ایک ذاتی بات کہنی ہے۔“ عمران نے فوراً ہی لہجہ بدلتے ہوئے کہا۔

”ایک منٹ ہو لٹہ آن کیجیے۔“ دوسری طرف سے پی۔ اے نے کہا۔ اور پھر چند لمحوں بعد سر رحمان کی آواز سنائی دی۔

”یس رحمان سپیکنگ۔“ سر رحمان کا لہجہ باوقار تھا۔

”سر۔“ میں شوبرا ہوٹل کا منیجر بول رہا ہوں۔ جناب ایک ضروری بات کہنی ہے۔ آپ کا پی۔ اے نہ سن رہا ہو۔ ورنہ وہ بات لیک کہ دے گا۔“ عمران نے بڑے عاجزانہ انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا۔“ ٹھیک ہے۔ اب آپ کھل کر بات کریں میں نے رابطہ ڈائریکٹ کر دیا ہے۔“ سر رحمان نے جواب دیا۔

”جناب آپ کے سپرنٹنڈنٹ صاحب نے ہمارا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ روزانہ رات کو کسی نہ کسی پارٹی کو لے کر آجاتے ہیں اور مفت کھا پنی کر چلے جاتے ہیں۔ جناب ایک دو بار ہو تو کوئی بات نہیں۔ لیکن جناب یہ تو روز کا معمول ہے۔ بل مانگو تو لپٹے ہیں کہتے ہیں۔ میں ہوٹل سیل کر ادوں گا۔ جناب ابھی ابھی انہوں نے فون کیا ہے۔ کہ آج آٹھ بجے وہ ڈنر کرنے آرہے ہیں۔ ان کے لئے خصوصی انتظامات کئے جائیں۔“ جناب آپ کسی طرح سر جارجی جان نہیں چھڑوا سکتے۔ لیکن سر ایک درخواست ہے۔ ہمارا نام درمیان میں نہ آئے سپرنٹنڈنٹ صاحب بہت کینہ پرور آدمی ہیں۔ وہ بعد میں ہمیں ذلیل کریں گے۔“ عمران نے کہا۔ اُسے معلوم تھا کہ سر رحمان اس معاملے میں انتہائی اصول پسند واقع ہوئے ہیں۔ وہ تو مفت ایک پیالی چائے کے روادار نہیں ہوتے کہاں ڈنر۔

”آج رات آٹھ بجے آرہا ہے وہ۔ ٹھیک ہے۔ میں چپک چپکوں گا۔ اس کے بعد آپ کو کبھی ایسی شکایت نہ ہوگی۔“ سر رحمان نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے رسیور رکھ دیا اور عمران نے بھی مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اُس کا پروگرام یہ تھا کہ وہ میکاپ کمر کے دہان علیحدہ بیٹھے گا۔ اور فیاض کی عادت وہ جانتا تھا۔ جب عمران نہیں پہنچے گا تو وہ جھلا کر خود اکیلا ڈٹر کمرے گا۔ اور جب منیجر نے بل مانگتا ہے تو فیاض نے حسب عادت اکڑ جانا ہے۔ اُسے منیجر شوہرا کے متعلق معلوم تھا کہ پہلا منیجر جو کہ فیاض کا دوست تھا چھوڑ گیا ہے۔ اور اب اسلم خان منیجر ہے جو اکڑنے میں خود کسی سے کم نہیں اس لئے تو اس نے جان بوجھ کر فیاض کو شوہرا کی دعوت دی۔ تھی۔ اب رات کو فیاض کا تماشا دیکھنے والا ہو گا۔ ایسا تماشا کہ فیاض پھر ساری عمر عمران کی دعوت پر خوش نہ ہو سکے گا۔ اسلم خان منیجر شمالی سرحدی شہر سے آیا تھا۔ وہ ہوٹل انٹرکان کا منیجر تھا اور عمران اُس سے دہان کئی بار ٹکرا چکا تھا۔

کمرے کی فضا پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ کمرے میں موجود پاؤر لینڈ کے تین بڑے ہنری۔ ترمذی اور لیڈی ایشلے کمریوں پر خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ہنری کی ٹانگ پر پیٹی بندھی ہوئی تھی۔ لیڈی ایشلے کا چہرہ بڑی طرح بگڑا ہوا تھا جب کہ ترمذی نارمل تھا۔ ”خواہ مخواہ اس شیطانی چکر میں پھنس گئے ہیں ہم لوگ“ ترمذی نے سکوت توڑتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ واقعی یہ ہے شیطانی چکر ہی۔ لیکن اب پھنس گئے ہیں تو بہر حال اس سے نکلنا تو ہے۔“ لیڈی ایشلے نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا دروازہ کھلا اور بار کمرہ داخل ہوا۔ اس کی گردن کے گم دیپٹ چڑھا ہوا تھا۔ کیونکہ عمران کے ساتھیوں نے اپنی طرف سے اس کی گردن توڑ دی تھی۔ اور اُسے مُردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے لیکن وہ زندہ تھا۔ اور پھر



ڈاکٹروں نے اس کی گردن کو ایڈجسٹ کر دیا تھا۔ لیکن اس کی گردن کو سیٹ رکھنے کے لئے اس کے گرد بیٹھ چڑھا دیا تھا۔ یہ بیٹھ ابھی ایک ہفتہ مزید رہنا تھا۔ اس کے بعد باؤ کو مکمل طور پر صحت یاب ہو سکتا تھا لیکن سوائے اس پٹے کے ویسے وہ بالکل صحت مند اور چاک و چوبند تھا۔

بار کو اندر داخل ہوتے ہی مؤدبانہ انداز میں جھک گیا۔ وہ اب لیڈی ایشلے کا نمبر ٹوبن چکا تھا اور اب بیڈ کو ارد گرد میں ہی رہتا تھا۔  
”یس بار کو۔ کیا رپورٹ ہے۔“ لیڈی ایشلے نے امید بھری نظروں سے پوچھا۔

”میڈم۔ عمران نہ صرف زندہ بچ گیا ہے بلکہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت واپس اپنے ملک پاکیشیا جا چکا ہے۔ میرے آدمیوں نے مکمل معلومات حاصل کر لی ہیں۔ جن لوگوں نے ان کے لئے جعلی کاغذات تیار کرائے تھے انہیں ہم نے ڈھونڈ نکالا ہے۔ اور اس طرح پوری رپورٹ ہمیں مل گئی ہے۔ اُسے اور اس کے ساتھیوں کو یہاں سے گئے ہوئے چار روز ہو چکے ہیں۔ اس کے دو عیشی ساتھی البتہ یہیں رہ گئے تھے جو کل واپس چلے گئے ہیں۔“ بار کو نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ ویمری بیڈ۔ لیکن یہ عمران آٹومٹک ٹرانسمیٹ فیوز کے پھٹنے کے بعد زندہ کیسے بچ گیا۔ کیا وہ کوئی مافوق الفطرت آدمی ہے“ لیڈی ایشلے نے دانت پیستے ہوئے کہا۔  
”میڈم۔ میں نے تحقیقات کی ہیں۔ ایک بھاری میز کے نیچے

آجائے سے وہ مرنے سے بچ گیا۔ اُسی لمحے اس کے ساتھی وہاں پہنچے اور اُسے زخمی حالت میں لے گئے۔ جس ڈاکٹر نے اس کا علاج کیا ہے ہم نے اُسے ٹریس کر لیا۔ عمران صرف زخمی ہوا تھا۔“ بار کو نے کہا۔  
”تم نے اتنی جلدی یہ سب کچھ کیسے معلوم کر لیا۔“ ہنری نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”یہ بہت تیز آدمی ہے ہنری۔ پہلے بھی اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کا حیرت انگیز تیز رفتاری سے نہ صرف کھوج نکالا تھا بلکہ انہیں بے ہوش کر کے بھی وہاں لے گیا تھا۔ یہ تو معلوم نہیں کہ وہ کیسے نکل کر زبرد پوائنٹ پہنچا اور وہاں اس نے رڈشس کا میک اپ کر لیا تھا۔ اور پھر یہ غفلت میں عمران کے ساتھیوں کے ہاتھوں مار گھا گیا۔ بس اس کی جان بچ گئی۔ لیکن اس کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے میں نے اسے اپنا نمبر ٹوبن لیا ہے۔“ لیڈی ایشلے نے بار کو کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

”واقعی تیز آدمی ہے۔ جو اتنی تیزی سے اس نے مکمل معلومات حاصل کر لی ہیں۔“ ہنری نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”بار کو بہت اچھا ایجنٹ ہے ہنری۔ اس میں واقعی بے پناہ صلاحیتیں ہیں۔ یہ میرا خاص آدمی ہے۔“ ترمذی نے بھی بار کو کی تعریف کر دی۔

”ٹھیک ہے بار کو تم جاؤ۔“ لیڈی ایشلے نے کہا اور بار کو سلام کر کے واپس مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

”اب اس عمران کا خاتمہ آخر کیسے ہو“۔ لیڈی ایشلے نے بارہ کے باہر جاتے ہی ہنری اور ترمذی سے کہا۔  
”میں تو کہتا ہوں اس عمران کا بیچھا چھوڑ دو۔ خواہ مخواہ کی مصیبت لگائی۔ ہمیں اور بہت سے کام کرنے میں اپنے اصل مشن کے لئے ترمذی نے بڑا سامنا بناتے ہوئے کہا۔

”نہیں جنٹ۔ اب اسے نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اب تو ہر قیمت پر اسے ختم کرنا ہوگا۔ ورنہ ہمیں اپنے ہیڈ کوارٹر کا خاتمہ پڑھ لینا چاہیئے۔ ہنری نے کہا۔

”کیا مطلب۔ ہیڈ کوارٹر پر فاتحہ کا کیا مطلب۔ عمران کا ہیڈ کوارٹر سے کیا تعلق“۔ ترمذی نے بری طرح چونکتے ہوئے پوچھا۔ لیڈی ایشلے کا بھی ہی رد عمل تھا۔ وہ بھی حیرت سے ہنری کو دیکھنے لگی۔

”جناب صورت حال ہمارے اندازوں سے کہیں زیادہ سنجیدہ ہو چکی ہے۔ عمران کو میں جانتا ہوں وہ بہترین سائنسدان ہے۔ اس کے پاس سائنس میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری ہے۔ اور جب آٹومینٹک ٹرانسمیٹ فیوز کو ڈایا گیا تو میں نے خود دیکھا تھا کہ وہ اسے کھولے اس کی تکنیک دیکھ رہا تھا۔ اس وقت تو میں ہی سمجھا تھا کہ عمران ختم ہو چکا ہے۔ لیکن اب جب کہ یہ بات سامنے آئی ہے کہ عمران نہ صرف زندہ ہے بلکہ اپنے ملک واپس چلا گیا ہے تو یہ بات یقینی ہے کہ اس نے آٹومینٹک ٹرانسمیٹ فیوز کی تکنیک اچھی طرح سمجھ لی ہوگی۔ اور وہ واپس بھی اسی لئے چلا گیا ہے کہ اپنے ملک میں جا کر آٹومینٹک ٹرانسمیٹ

فیوز زیادہ تعداد میں تیار کر کے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے حصوں میں فٹ کر کے یہاں ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو جائے۔ اور اب تو مادام کو بھی اس کی صلاحیتوں کا اچھی طرح اندازہ ہو چکا ہوگا کہ اگر عمران اور اس کے ساتھی ہیڈ کوارٹر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے تو پھر کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔“ ہنری نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا۔ اور اس کی تفصیل کے ساتھ ساتھ لیڈی ایشلے اور ترمذی دونوں کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ ان کا اندازہ ایسا تھا جیسے وہ کوئی انتہائی حیرت انگیز کہانی سن رہے ہوں۔

”متہارم مطلب ہے۔ ہم نے جس حصہ کے تحت ہیڈ کوارٹر کو ناقابلِ تخریب بنا رکھا ہے وہ اسے توڑ کر یہاں پہنچ جائے گا“۔ ترمذی نے پھٹ پھٹے لہجے میں کہا۔

”جب اس کے پاس آٹومینٹک ٹرانسمیٹ فیوز ہوں گے تو اسے کون روک سکے گا۔ یہ اور بات ہے کہ یہاں داخل ہوتے ہی وہ چپک ہو جائے گا۔ اور پھر ہم اسے یہاں مار ڈالیں۔ یادہ یہاں اپنی کالک دگی نہ ظاہر کر سکے۔ کیونکہ یہاں کے حفاظتی انتظامات اس کی توقع سے کہیں زیادہ سخت ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بہر حال اس کی اور اس کے ساتھیوں کی یہاں موجودگی رسک ہی ہوگی“۔ ہنری نے کہا۔  
”ادہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ اس کو ہیڈ کوارٹر سے باہر ہی ختم ہونا چاہیئے۔ اور فوراً“۔ ترمذی نے کہا۔

”بالکل میرا بھی یہی خیال ہے“۔ لیڈی ایشلے نے کہا۔  
”میری ٹانگ زخمی ہے ورنہ میں خود پاکشیا جاتا“۔ ہنری

نے کہا۔

”میں جاؤں گی وہ میرا شکار ہے۔ میں اس کی بوٹیاں اڑا دوں گی میں پورے پاکیشیا کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گی“

لیڈی ایشلے نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں بیگم۔۔۔ اب تم ادھر نہیں جاؤ گی۔ ہمیں خود ایسا کوئی رسک نہیں لینا چاہیے۔ ہم بہر حال پاورلینڈ کے ڈائریکٹر ہیں اگر ہم ہر آدمی کے پیچھے خود بھاگتے پھرے تو پھر پاورلینڈ بنانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس سے تو بہتر یہی تھا کہ عام سی مجرم تنظیم بنالیتے۔ ہمارے پاس بے شمار لوگ اور تنظیمیں ہیں۔ ان میں سے کسی کے ذمہ لگا دینا چاہیے۔ میں اپنے کام میں مصروف ہوں۔ وہ بہت اہم ہے۔ تم ادھر نہری یہاں بیٹھ کر اڈم کو سننا لو۔“

ترندی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی ہمیں اس آدمی کو اتنی زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیے۔ لیکن پھر کسے دیاں بھیجا جائے ایسا آدمی جو عمران کی ٹھکر کا ہو۔ اور اس کا یقینی طور پر خاتمہ کر کے آئے“

لیڈی ایشلے نے جواب دیا۔ شاید وہ ذہنی طور پر اب عمران سے خوف زدہ ہو چکی تھی۔

”میرا خیال ہے ہمیں بارکو کو اس مشن پر بھیجنا چاہیے۔ ایک تو وہ بے پناہ صلاحیتوں کا مالک ہے۔ دوسرا اس کا ذاتی انتقام بھی اس مشن میں شامل ہو گا۔ تیسری بات یہ کہ اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو نہ صرف دیکھا ہوا ہے بلکہ ان کی صلاحیتوں کا بھی اُسے

علم ہو گیا ہے۔“

ترندی نے کہا۔

”یہ تجویز بالکل درست ہے۔ بارکو واقعی ایسا آدمی ہے جو اس مشن سے کامیاب لوٹے گا۔“

لیڈی ایشلے نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اس کی چمکتی ہوئی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ اُسے ترندی کی یہ تجویز بے حد پسند آتی ہے۔

”ٹھیک ہے میرا بھی یہی خیال ہے بارکو کو آزمایا جاسکتا ہے۔“

ہنری نے بھی تجویز کو منظور کرتے ہوئے کہا۔

”بس فیصلہ ہو گیا۔ بارکو ٹھیک رہے گا۔“

لیڈی ایشلے نے کہا اور پھر میز پر بیٹھے ہوئے فون کا رسیور اٹھالیا۔

”بارکو کو بھیج دو۔“

لیڈی ایشلے نے کہا۔

”بارکو کو بھیج دو۔“

لیڈی ایشلے نے کہا۔



انتقام لینا چاہتے ہو۔۔۔ لیڈی ایشلے نے کہا۔

”یس میڈم۔ اب تو یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش بن گئی ہے۔“ بارکر نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”سوچ لو۔ عمران بے حد خطرناک شخصیت ہے۔ اور پھر اس وقت وہ اپنے ملک میں ہے۔ وہاں اس کے وسائل بھی زیادہ ہوں گے۔“ لیڈی ایشلے نے کہا۔

”مادام جب میں ویسٹرن کالمن کی طرزی سیکرٹ سروس میں تھا تو میں دو بار پاکیشیا جا کر کام کر چکا ہوں۔ گو اس وقت میرا مشن ایسا نہ تھا کہ میں وہاں کی سیکرٹ سروس سے ٹکراتا لیکن وہ ملک میرا اچھی طرح دیکھا بھالا ہوا ہے۔ اور پھر وہاں کی مخصوص تنظیموں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو میرے دوست ہیں۔ اس لئے میں وہاں آسانی سے کام کر سکتا ہوں۔ اور جہاں تک عمران اور اس کے ساتھیوں کا تعلق ہے۔ آپ مجھے کسی صورت ان سے کم نہ پائیں گی۔ یہاں تو میں صرف انہیں نہ جاننے کی وجہ سے مار کھا گیا تھا۔ لیکن وہاں میں ان پر قہر بن کر ٹوٹ پڑوں گا۔ انہیں پھروں کی طرح مسل دول گا۔“ بارکر نے کہا۔

”او۔ کے۔ تو پھر سنو۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں پاکیشیا عمران اور اس کے ساتھیوں کے خاتمے کے لئے بھیجا جائے۔ کیا تم تیار ہو۔ یہ سوچ لو کہ اس مشن میں ناکامی کا مطلب بہر حال موت ہی ہوگا۔

سو فی صد موت۔“ لیڈی ایشلے نے انتہائی کمرخت لہجے میں کہا۔  
”میں جانتا ہوں میڈم۔ آپ بے فکر رہیں بارکر کامیاب لوٹے گا ہر قیمت پر۔“ بارکر نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”ورنہ ہم میں سے کوئی بھی اس کی موت کا یقین نہ کرے گا۔ اور سنو تم اپنے طور پر آزاد ہو گے۔ جس طرح چاہو کام کرو۔ جتنے آدمی چاہو ساتھ لے جاؤ۔ اور جو سہولتیں تم چاہو گے تم انہیں حاصل کرنے میں آزاد ہو گے۔ ہمیں عمران کا سر چاہیے۔ ہر صورت میں ہر قیمت پر اس کے لئے تمہیں پورے پاکیشیا کے ایک ایک فرد کو کیوں نہ موت کے گھاٹ اتارنا پڑے۔ اس کی اینٹ سے اینٹ کیوں نہ بچانی پڑے۔“ لیڈی ایشلے نے کہا۔

”ٹھیک ہے میڈم۔ میں پروگرام بنا لوں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔“ بارکر نے کہا۔

”سنو بارکر۔ میں تمہیں عمران کے متعلق چند خاص باتیں بتا دوں۔ یہ باتیں تمہارے کام آئیں گی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ انتہائی عیار۔ چالاک اور ذہین آدمی ہے۔ اس کا ذہن کسی کمپیوٹر کی طرح کام کرتا ہے۔ اور وہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے میں ماہر ہے۔ بظاہر وہ معصوم۔ احمق۔ اور اٹو نظر آئے گا۔ حرکتیں بھی ایسی ہی کرے گا۔ جن کا بظاہر کوئی سر پر نظر نہ آئے گا۔ لیکن جب ان حرکتوں کا نتیجہ سامنے آئے گا تو پھر آدمی شدید رہ جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ لڑائی بھڑائی کے فن میں ماہر ہے۔ اُسے لڑائی میں شکست دینا تقریباً ناممکن ہے۔ مادام جانتی ہیں کہ میں نے اس پر لیستول خالی کر دیا تھا لیکن ایک گولی بھی اُسے نہ چھو سکی حالانکہ مجھے ہمیشہ اپنے نشانے پر فخر رہا ہے۔ ویسے بھی وہ مارشل آرٹ کے تقریباً سب داؤ پیچ میں مہارت رکھتا ہے۔ اور تیسری بات یہ کہ جو بھی پروگرام بنا نا وہ سیدھا اور

ڈاکریٹ بنانا۔ لمبے چوڑے کھیل اور پلاننگ کے چکر میں نہ پڑ جانا اسے  
وقت نہ دینا۔ بس پے درپے اور مسلسل اس پر حملے کرتے رہنا۔ اور  
آخری بات یہ کہ ہمیں عمران کی موت ہر صورت میں چاہیے۔ اس کے  
باقی ساتھی بچ بھی جائیں تو کوئی پرواہ نہیں۔ مہربان اصل شکار عمران ہونا  
چاہیے صرف عمران۔ ہنری نے پوری تقریر کرتے ہوئے کہا۔  
”سہ آپ قطعاً بے فکر رہیں۔ میں ایسے آدمیوں کو ڈیل کرنا جانتا  
ہوں۔ میں نے ملٹری سیکرٹ سروس میں ایسے بے شمار لوگوں کی  
گردنیں توڑی ہیں۔“ بار کرنے بڑے با اعتماد لہجے میں جواب دیا۔  
”او۔ کے۔ پھر تم جاؤ۔ گڈ نائٹ۔“ لیڈی ایشلے نے کہا۔  
اور بار کرکسی سے اٹھا اور سلام کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

عمران نے ایک ادھیڑ عمر تاجر کے روپ میں ہوٹل شوبرا کے  
ہال میں بیٹھا ہوا تھا۔ شوبرا ہوٹل کا نیا مینجر خود کاؤنٹر پر موجود تھا۔ وہ  
لمبی لمبی مونچھوں والا کراخت چہرے کا مالک تھا اور نظم و ضبط میں انتہائی  
سخت آدمی تھا۔ عمران نے پہلے ہی ٹیلی فون کر کے ہال میں کاؤنٹر  
کے نزدیک دو نشستیں باب کمرالی تھیں تاکہ سوپر فیاض کو تکلیف نہ ہو۔  
اور خود وہ ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا جو اس نے رازمی کے نام سے  
باب کمرالی تھی۔ ابھی آٹھ بجنے میں کچھ وقت باقی تھا عمران کے سامنے  
کافی کام بڑا ہوا تھا اور وہ اطمینان سے بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ اس کی  
آنکھوں میں شرارت کے آثار نمایاں تھے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے سوپر فیاض کو ہال میں داخل ہوتے دیکھا۔  
وہ اس وقت نیلے رنگ کے بہترین سوٹ میں ملبوس تھا اور خوشبو  
کے جھونکے دور سے ہی محسوس ہو رہے تھے۔ شاید پرفیوم کی پوری شیشی

ہی اس نے لباس پر الٹا لی تھی۔ مال میں داخل ہوتے ہی اس نے سپرداندر سے کوئی بات کی تو سپرداندر اُسے اس نشست پر آکر چھوڑ گیا جو عمران نے اپنے اور سوپر فیاض کے نام پر بک کر آئی ہوئی تھی۔ سپرداندر شاید سوپر فیاض کو جانتا تھا۔ اس لئے وہ سوپر فیاض کو نشست پر چھوڑ کر تیر کی طرح کاؤنٹر پر گیا اور اس نے نئے نیچر اسلام خان سے سوپر فیاض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کوئی بات کی تو اسلام خان نے سر ہلا دیا اور اس کی نظریں سوپر فیاض پر جم گئیں۔

”آٹھ بج گئے ہیں ابھی تک عمران نہیں آیا۔“ ساتھ بیٹھے سوپر فیاض کی بھلائی ہوئی آواز عمران کے کانوں میں پڑی تو عمران مسکرا دیا۔ وہ سوپر فیاض کی عادت کو ابھی طرح جانتا تھا کہ بچوں بچوں وقت گزرتا جلتے گا اس کی جھلاہٹ عروج پر پہنچی جائے گی۔ اور پھر ایسا ہی ہوا۔ پہلے تو سوپر فیاض بار بار گھڑی دیکھ کر بڑبڑاتا رہا۔ پھر یہ بڑبڑاہٹ اونچی ہوتی گئی۔ اور آخر وہ پھٹ پڑا۔ اس نے پوری قوت سے میز پر مٹک مار کر ویٹر کو بلایا۔ اس کے اس غیر مہذبانہ انداز پر ارد گرد کے لوگ چونک کر اُسے بڑی ناگوار نظروں سے دیکھنے لگے۔

”جناب“ — ویٹر نے جلدی سے قریب آکر کہا۔  
 ”ڈنر لگاؤ جلدی“ — فیاض نے رجوت بھرے لہجے میں کہا۔  
 اور ویٹر سر ہاتھ ہوا واپس چلا گیا۔

اُسی لمحے اسلام خان کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر فیاض کی میز کی طرف بڑھا اور عمران مسکرا دیا۔ اُسے دونوں کی طبیعتوں کا علم تھا۔ اس لئے اُسے یقین تھا کہ اب گھمسان کا دن بڑے گا۔

”جناب یہ شرفا کا ہوٹل ہے۔ اس لئے آپ محتاط رہیں“  
 اسلام خان نے سوپر فیاض کے قریب آکر دھیمے لہجے میں کہا۔ لیکن لہجہ سرد ہی تھا۔

سوپر فیاض نے چونک کر اسلام خان کو سر سے پیر تک دیکھا۔ اس کے انداز میں خیریت تھی جیسے اُسے یقین نہ آ رہا ہو کہ اس جیسی حیثیت کے آدمی سے ایسی بات کرنے کی جرأت کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔  
 ”کون ہو تم۔ جانتے ہو میں کون ہوں۔“ — سوپر فیاض نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”نیرا نام اسلام خان ہے اور میں اس ہوٹل کا نیچر ہوں۔ اور مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے سپرنٹنڈنٹ فیاض ہیں۔ بہر حال آپ محتاط رہیں۔“ اسلام خان نے بڑے بے نیازانہ انداز میں کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

اُسی لمحے ویٹر نے سوپر فیاض کی میز پر کھانا سرور کیا۔ اور سوپر فیاض کھانے کو سامنے دیکھ کر سب کچھ بھول بھال کر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ اس سے بھوک برداشت نہ ہوتی تھی۔

عمران خاموش بیٹھا رہا۔ جب سوپر فیاض کھانے سے فارغ ہو گیا تو اس نے کافی طلب کی اور ویٹر خالی برتن اٹھا کر واپس چلا گیا۔ اور پھر جب وہ کافی کے برتن لے کر واپس آیا تو عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ بڑے میں ڈنر کا بل بھی موجود تھا۔ ویٹر نے بڑے مؤدبانہ انداز میں کافی سوپر فیاض کے سامنے رکھی۔ اور ساتھ ہی پلیٹ میں رکھا ہوا بل بھی۔



"یہ کیا ہے" سوپر فیاض نے بل دیکھ کر چونکتے ہوئے پوچھا۔  
 "یہ ڈنر کا بل ہے جناب" — ویٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔  
 "اودہ تو تم اب سوپر فیاض سے بل وصول کر دو گے۔ جاؤ لے جاؤ اسے اور اپنے اس گلہری کی دموں جیسی مونچھوں والے منبر کے منہ پر مار دو۔ جاؤ۔ ورنہ کھڑے کھڑے ہوٹل سیل کر ادول گا" — سوپر فیاض نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔ اور ویٹر تیزی سے واپس مڑا۔ اور سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ عمران کا سیٹج کر دہ ڈرامہ اب پوئے کلا میکس پر پہنچے دالا تھا۔

ویٹر نے جانکر اسلم خان سے کچھ کہا تو اسلم خان کی مونچھیں بڑی طرح پھڑکنے لگیں وہ ایک بار پھر کاؤنٹر سے نکل کر سوپر فیاض کی طرف بڑھا۔ اس کا انداز بے حد جارحانہ تھا۔

"آپ نے ڈنر کیا ہے تو بل آپ کیوں نہیں دے رہے؟" اسلم خان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اچھا تو تم بل مانگتے آتے ہو۔" — جانتے ہوئے میں چاہوں تو ابھی کھڑے کھڑے ہوٹل کو سیل کر دوں۔ جاؤ۔ نہیں دیتا بل۔ جاؤ۔ سوپر فیاض نے کبھی بل نہیں دیا۔ اس بات کو ذہن میں رکھنا۔ گٹ آؤٹ" سوپر فیاض نے حلق گسے بل پیختے ہوئے کہا۔

اور عین اُسی لمحے دروازہ کھلا اور سر رحمان پورے جلال کے عالم میں ہال میں داخل ہو کر سیدھے سوپر فیاض کی میز کی طرف بڑھے۔ اُسی لمحے عمران نے ایک آدمی کو ایک سائیڈ کی میز سے اٹھ کر سر رحمان کے پیچھے چلتے ہوئے دیکھا۔ اور وہ جان گیا کہ یہ آدمی پیشبل پرائنج کا

انسپیکٹر عالم خان ہے۔ اور شاید اُسی نے منٹ منٹ کی رپورٹ دے کر عین موقع پر اندر بلا لیا تھا۔ ورنہ ظاہر ہے سر رحمان کو الہام تو نہ ہوتا تھا کہ وہ عین موقع پر پہنچ جاتے۔ اور شاید یہ بات سر رحمان بھی جانتے تھے کہ اگر وہ پہلے اندر داخل ہوئے تو پھر سوپر فیاض اپنا چھوڑ ہوٹل میں موجود ہر شخص کا بل ادا کر دینے میں عافیت سمجھتا۔

"کیا بات ہے فیاض" — سر رحمان نے قریب پہنچ کر انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔  
 اور سوپر فیاض اس طرح اچانک ادب انتہائی غیر متوقع طور پر سر رحمان کو سامنے دیکھ کر اس بڑی طرح گھبرایا کہ دونوں ہاتھوں سے سیلوٹ جھاڑ دیا۔

"سر رحمان ڈائریکٹر جنرل سنٹرل انٹیلی جنس" — انسپیکٹر عالم خان نے جلدی سے منبر کا سر رحمان سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔  
 "اودہ صاحب" — آپ اچھے موقع پر تشریف لائے ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے ڈنر کیا ہے۔ لیکن بل نہیں دے رہے۔ کہتے ہیں میں نے کبھی بل ادا نہیں کیا۔ اور میں کھڑے کھڑے ہوٹل کو سیل کر دوں گا" اسلم خان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کیوں فیاض" — کیوں تم بل نہیں دے رہے؟" سر رحمان نے انتہائی جلال آمیز لہجے میں پوچھا۔ اب ہال کا ہر شخص ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"نچ۔ نچ۔ جناب۔ مم۔ مم۔ مم۔ مجھے عمران نے دعوت دی تھی۔ یہ میز بھی اس نے بک کرائی ہے۔ مم۔ مم۔ تو کہہ

رہا تھا کہ بل دہی دے گا۔ مم۔ مم۔ میں نے انکار تو نہیں کیا  
 سر۔ سو پر فیاض نے انتہائی بوکھلائے ہوئے ہجے میں کہا۔  
 ”عمران نے بک کرائی ہے۔ تو عمران تمہیں دعوتیں کھلاتا پھر رہا  
 ہے۔ کیوں۔ کیا کام لینا ہے اس نے تم سے“۔ سر رحمان نے  
 عمران کا نام سامنے آتے ہی اور زیادہ غصیلے ہجے میں پوچھا۔  
 ”نچ۔ نچ۔ جناب۔ دوستی۔ میں بل دے دیتا ہوں“  
 سو پر فیاض نے جان چھڑوانے کے لئے تیزی سے جیب سے بٹوہ  
 نکالتے ہوئے کہا۔

لیکن اسی لمحے ہال میں گولی چلنے کا دھماکا ہوا اور سر رحمان کے  
 حلق سے چیخ نکلی اور وہ پہلو کے بل دھڑام سے فرش پر گر گئے۔  
 عمران ایک لمحے کے لئے تو سُن رہ گیا مگر دوسرے لمحے وہ اچھل  
 کر کھڑا ہوا اور تیزی سے بائیں طرف کی راہداری کی طرف دوڑا۔ گولی  
 ادھر سے ہی چلائی گئی تھی۔ اداس نے ایک نیلی جیکٹ والے  
 آدمی کو تیزی سے اس راہداری میں دوڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ جیسے  
 ہی عمران راہداری میں مڑا۔ اچانک وہ اچھل کر منہ کے بل فرش پر گر ا۔  
 اور نیلی جیکٹ والے کی طرف سے پھینکا جانے والا بم اس کے اوپر  
 سے گزر کر اندر ہال میں جا گرا۔ اور پھر ایک خوف ناک دھماکا ہوا۔  
 اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے پورا ہوٹل فضا میں اڑ گیا ہو۔ دھماکہ  
 اس قدر خوف ناک اور شدید تھا کہ عمران کا ذہن ایک لمحے کے لئے  
 ماؤف ہو گیا۔ نیلی جیکٹ والا عقی دروازے میں غائب ہو چکا تھا۔  
 ہال کی طرف سے چیخ دیکار کی آوازیں اب سنائی دینے لگی تھیں۔ عمران

اٹھ کر دوڑتا ہوا عقی دروازے میں پہنچا تو باہر سڑک پر آگیا۔ سڑک  
 رواں دواں تھی۔ عمران دانت بھینچے نیلی جیکٹ والے کو دیکھنے لگا۔  
 لیکن نیلی جیکٹ اُسے کہیں نظر نہ آئی تو عمران دانت پیستا ہوا  
 واپس پلٹ پڑا۔ اب اُسے سر رحمان کو چیک کرنا تھا۔ سر رحمان  
 جس انداز میں گرے تھے اس سے عمران کو سخت پریشانی تھی۔ کیونکہ  
 اس طرح گرنے سے مطلب ہی تھا کہ گولی ان کے بائیں پہلو میں لگی  
 ہوگی جو خطرناک بھی ثابت ہو سکتی تھی۔ لیکن اُسے یہ بات سمجھ میں نہ آ  
 رہی تھی کہ سر رحمان پر اس طرح کھلے عام حملہ کیوں کیا گیا ہے۔

دستک کی آواز ابھرتے ہی کمرے کے اندر کمر سی پڑ بیٹھا ہوا بارکمر  
چونک پڑا۔ اس وقت وہ ایک فائل سامنے رکھے اس کے مٹلے لے میں  
مصرف تھا۔

”یس کم ان“ — بارکمر نے اونچی آواز میں کہا۔ اور دوسرے  
لحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

”آؤ ٹونی — عمران کا کچھ پتہ چلا“ — بارکمر نے آنے والے سے  
پوچھا اور سامنے رکھی ہوئی فائل بند کر دی۔

”باس — عمران کہیں مل نہیں رہا تھا۔ فلیٹ پر بھی نہیں تھا۔  
پھر ہم اُسے تلاش کرتے ہوئے ہوٹل شوبرا میں گئے تو وہاں سر رحمان  
نظر آ گئے۔ جو عمران کے والد ہیں۔ عمران کو متوجہ کرنے کے لئے میں  
نے سر رحمان پر گولی چلا دی — لیکن جان بوجھ کر خطرناک جگہ پر  
گولی نہ ماری تاکہ وہ صرف زخمی ہو جائیں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ عمران اپنے

باپ کے زخمی ہونے کا سن کر نہ صرف خود حرکت میں آجائے گا۔ بلکہ وہ  
یقیناً اپنے باپ کو پوچھنے ہسپتال بھی پہنچے گا۔ اس طرح وہ کم از کم سامنے  
تو آئے گا — سر رحمان کو سر و سر ہسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے۔  
ان کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ میں وہاں جگہ گرد پ کو تعینات کر  
آیا ہوں تاکہ جیسے ہی عمران وہاں پہنچے وہ اس پر قیامت بن کر ہر طرف  
سے ٹوٹ پڑیں“ — ٹونی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”گڈ — اچھا آئیڈیا ہے جو بے کو بل میں سے نکالنے کا۔ ویسے  
تم اس کے فلیٹ پر بھی نگرانی سخت کرادو۔ آخر کسی وقت وہ فلیٹ میں  
بھی تو آئے گا۔ پھر اس پورے فلیٹ کو ہی بم سے اڑا دینا“  
بارکمر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے آدمی لگا دیئے ہیں باس۔ میں اس پہلو سے بھی غافل  
نہیں تھا“ — ٹونی نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”گڈ — میں چاہتا ہوں بس ایک دو روز میں ہی عمران کا سر لے کر  
واپس بیٹھ کر اور ٹرین پر پہنچ جاؤں۔ تاکہ بیٹھ کر اور ٹرین کو معلوم ہو جائے کہ بارکمر  
میں کتنی صلاحیتیں ہیں“ — بارکمر نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں باس۔ یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ ایک دو  
روز تو دور کی بات ہے۔ مجھے یقین ہے چند گھنٹوں میں نتیجہ سامنے  
آجائے گا“ — ٹونی نے جواب دیا۔

”وہاں ہوٹل میں کھلے عام فائرنگ سے کوئی گرے گا تو نہیں ہوئی“  
اچانک بارکمر نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔  
”ادہ نہیں باس — بس ایک ادھیڑ عمر تاجر میرے پیچھے بھاگا



تھا۔ میں نے اس پریم پھینک دیا۔ اس کے تو پمچے اڑ گئے ہوں گے ویسے اس ہم سے کافی لوگ مرے اور زخمی ہوئے ہیں۔“ ٹونی نے کہا۔

”چلے پورا ملک ہی کیوں نہ اڑانا پڑے پرداہ نہ کرو۔“ بارک نے کہا۔

”ٹھیک ہے باس۔ میں اب واپس ہسپتال جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ عمران پہلی فرصت میں وہاں پہنچے گا اور میں خود اپنے سامنے مشن مکمل کرانا چاہتا ہوں۔“ ٹونی نے کہا۔ اور بارک کے سر ہلانے پر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر چلا گیا۔

”ہوں۔“ ماسٹر ہنری خواہ مخواہ مجھے اڑانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہوں۔ انہوں نے ابھی بارک کو دیکھا ہی نہیں۔“ بارک نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ کمرے سے باہر نکلا اور راہداری کر اس کمرے کے وہ پورٹیکو میں پہنچ گیا۔ جہاں سفید رنگ کی ایک لمبی سی نئی گاڑی کھڑی تھی۔ یہ کوٹھی بارک نے کمرے کے لیے پر حاصل کی تھی اور اسے اپنا بیٹھ کو اڑ بنایا تھا۔ وہ اپنے پورے گروپ کے ساتھ وہاں پہنچا تھا۔ اس کے گروپ میں میں آدھی تھے۔ جن کا براہ راست انچارج ٹونی تھا۔ جبکہ بارک اور گروپ کے درمیان رابطہ صرف ٹونی ہی تھا۔ صرف ٹونی کو ہی اس کوٹھی کا علم تھا باقی گروپ میں کسی کو اس کے متعلق علم نہ تھا۔ البتہ کوٹھی میں اس نے اپنے پانچ خاص آدمیوں کو رکھا ہوا تھا جو اس کے خیال کے مطابق اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے ٹونی کے گروپ کے سارے افراد پر بھاری تھے۔ اس نے فی الحال یہ پروگرام

بنایا تھا کہ ٹونی کے گروپ کو ایکشن میں رکھا جائے اور خود ایک سائیڈ پر رہا جائے۔ اگر ٹونی کا گروپ ناکام ہو گیا تو وہ خود اپنے گروپ کے ساتھ عمران پر ٹوٹ پڑے گا۔ اور اگر ٹونی کا گروپ کامیاب ہو گیا تو پھر مشن ہی ختم ہو جائے گا۔ یا پھر ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی سچویشن پیدا ہو جائے کہ دونوں گروپ دو مختلف پہلوؤں سے عمران پر ہتھ بول دیں۔

”باس۔ ہمارے لئے کیا حکم ہے۔“ پورٹیکو میں کھڑے اس کے پانچ آدمیوں نے آگے بڑھ کر بارک سے پوچھا۔

”تم ابھی ریزرو رہو رابرٹ۔ البتہ تم بہر وقت ایکشن کے لئے تیار رہنا کسی بھی وقت تم لوگوں کو حرکت میں لایا جاسکتا ہے۔“ بارک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور رابرٹ سہلہ کر بیٹھے ہٹ گیا۔ بارک کمرے میں بیٹھا اور چند لمحوں بعد وہ کوٹھی سے باہر آچکا تھا۔ وہ کارڈ وڈاتا ہوا کالونی سے نکل کر شہر میں آیا اور مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد اس نے کار ایک درمیل نے درجے کے ہوٹل کے کچاؤ بڈ میں موڑ دی۔ اور پھر اسے ایک طرف پارک کر کے وہ نیچے اترا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوٹل کے ہال کی طرف بڑھ گیا۔ ہال میں اس وقت گاؤں کا بہت رش تھا کیونکہ ایسے ہوٹلوں کی اصل کمائی کا وقت رات پڑتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ سن کو یہاں خال خال ہی آدمی نظر آتے ہیں۔ گاؤں میں ایسے چہروں کی کثرت تھی جو اپنے چہروں مہروں سے ہی زیر زمین دنیا کے افراؤ نظر آتے تھے۔ بارک تیز تیز قدم اٹھاتا کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

”یس۔“ کاؤنٹر میں نے مسکراتے ہوئے بارکمر سے پوچھا۔  
 کاؤنٹر میں بھی کوئی سکہ بندہ معاش نظر آتا تھا کیونکہ اس کے چہرے پر  
 جگہ جگہ زخموں کے نشانات موجود تھے۔ گھٹے ہوئے جسم اور سر پر  
 ہیر و کٹ بال رکھے وہ کسی مجرم تنظیم کا رکن ہی دکھائی دیتا تھا۔ اس لئے  
 اس کی مسکراہٹ کا اندازہ لیا تھا جیسے کوئی بھیڑیا غراتے ہوئے  
 دانت نکال رہا ہو۔

”بلیک دہسکی کہاں ملے گا۔“ بارکمر نے کمرخت ہلچے میں  
 کاؤنٹر میں سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بلیک دہسکی۔“ وہ کون ہے۔“ کاؤنٹر میں نے بھنویں اچکاتے  
 ہوئے پوچھا۔ لیکن اس کی تیز نظریں بارکمر کا بڑے بھرپور انداز میں جائزہ  
 لے رہی تھیں۔

”اُسے کہو ویسٹرن کارمن سے بارکمر آیا ہے۔ وہ تمہیں خود ہی بتا  
 دے گا کہ بلیک دہسکی کون ہے۔“ بارکمر نے پہلے سے زیادہ  
 کمرخت ہلچے میں کہا۔

”اوہ اچھا اچھا۔“ کاؤنٹر میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ اور  
 پھر کاؤنٹر پر رکھے ہوئے ایک انٹر کام کا رسیور اٹھا کر ایک بٹن  
 دبا دیا۔

”یس۔“ دوسری طرف سے ایک گونجتی ہوئی کمرخت آواز  
 سنائی دی۔

”باس۔“ ویسٹرن کارمن سے مسٹر بارکمر ملنا چاہتے ہیں۔“  
 کاؤنٹر میں نے مؤدبانہ ہلچے میں کہا۔

”ویسٹرن کارمن سے مسٹر بارکمر۔“ اوہ۔“ کیا وہ فون پر ہیں۔“  
 دوسری طرف سے چونکتے ہوئے پوچھا گیا۔  
 ”نہیں۔“ وہ کاؤنٹر پر موجود ہیں۔“ کاؤنٹر میں نے  
 جواب دیا۔

”اوہ۔“ انہیں فوراً میرے دفتر میں بھیج دو۔ انتہائی عزت سے  
 اور احترام سے۔ جلد ہی۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور کاؤنٹر میں  
 نے یس۔ کہہ کر رسیور رکھا اور پھر اس نے قریب کھڑے ایک  
 ویٹر کو بلا کر بارکمر کو باس کے دفتر پہنچانے کے لئے کہا۔  
 ”تشریف لے جاتے۔“ باس آپ کے منتظر ہیں۔“

کاؤنٹر میں نے ویٹر کو ہدایات دے کر انتہائی مؤدبانہ انداز میں بارکمر  
 سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور بارکمر سر ہلاتا ہوا ویٹر کے ساتھ چل پڑا سیڑھیاں  
 چڑھ کر وہ دوسری منزل پر پہنچے۔ اور پھر اس منزل کے دائیں طرف  
 سب سے آخری کمرے کے سامنے جا کر ویٹر رک گیا۔ اس نے مخصوص  
 انداز میں دروازے پر تین بار دستک دی۔ تیسری بار دستک دیتے  
 ہی دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور ویٹر اور بارکمر اندر داخل ہوئے۔ یہ  
 کمرہ کسی عام خواب گاہ کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ کمرے کے درمیان  
 میں ایک پینک رکھا ہوا تھا۔ جس پر عام سا بستر بچھا ہوا تھا۔ ان کے  
 اندر داخل ہوتے ہی دروازہ ان کی پشت پر خود بخود بند ہو گیا۔ ویٹر نے  
 آگے بڑھ کر پینک کو بائیں طرف زور سے دھکیلا۔ تو پینک کافی  
 دور تک گھسٹتا ہوا بائیں طرف چلا گیا۔ پھر عین پینک کے نیچے فرش پر  
 ویٹر نے مخصوص انداز میں تین بار پیار مارا۔ تو سائیڈ کی ایک دیوار میں

دردانہ نمودار ہو گیا۔

ویٹر تیزی سے اس دردانے کی طرف بڑھ گیا۔ بارہ کر خاموش کھڑا یہ سب کچھ ہوتے دیکھ رہا تھا۔ ویٹر نے دردانے کی سائیڈ میں جھک کر ایک ابھری ہوئی اینٹ کو دبایا تو دردانہ کھل گیا۔

”تشریف لے جائیے صاحب۔ باس اندر موجود ہیں“

ویٹر نے پیچھے ہٹ کر دوبارہ انداز میں بارہ کر سے کہا اور بارہ کر ہلاتا ہوا دردانہ کو اس کو گیا۔ دوسری طرف ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ جسے انتہائی خوب صورت انداز میں دفتر کے طور پر سجایا گیا تھا۔ اور سامنے والی دیوار کے ساتھ ایک بڑی سی آفس ٹیبل کے پیچھے رکھی ہوئی ادبی نشست کی ریوالونگ کرسی پر گینڈے جیسی جسامت کا آدمی بیٹھا ہوا تھا جو بارہ کر کو اندر آتے دیکھ کر تیزی سے اٹھا اور پھر میز کے پیچھے سے نکل کر بارہ کر کی طرف بڑھا۔

”ویکم موسٹ ویکم مسٹر بارہ کر۔ بڑے عرصے بعد ملاقات ہو رہی ہے۔“ گینڈے نما آدمی نے آگے بڑھ کر بارہ کر کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو ناٹی۔ تم نے تو بڑے ٹھاٹھ بنا رکھے ہیں۔ بڑے پراسرار بنے ہوئے ہو۔“ بارہ کر نے پھر خوش انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اور ناٹی کو بچہ دار آواز میں قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”بس دیکھ لیجئے۔ اس شہر میں میری سکہ چلتا ہے۔ بلیک و ہسکی کا۔ حالانکہ سوائے خاص لوگوں کے کوئی نہیں جانتا کہ بلیک و ہسکی کون ہے۔ وہ تو صرف ناٹی کو جانتے ہیں جو بڑی خاموشی سے ہوٹل

چلا رہا ہے۔ یہاں کی پوری انٹیلی جنس کھپ کھپ کر مچکی ہے۔ لیکن بلیک و ہسکی کا آج تک پتہ نہیں لگا سکی۔ اور بلیک و ہسکی پورے شہر کے لئے دہشت بنا ہوا ہے۔ اچھا چھوڑ دیتے۔ پہلے بتائیے کتنی پرانی شراب پسند کریں گے۔“ ناٹی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”جتنی بھی مل جائے۔ تمہیں تو پتہ ہے پرانی شراب میری سب سے بڑی کمزوری ہے۔“ بارہ کر نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ اب کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔

”ہاں اچھی طرح جانتا ہوں۔“ ناٹی نے کہا۔ اور اٹھ کر کمرے میں بنی ہوئی ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھول کر اس میں سے ایسی پرانی وضع کی بوتل نکالی جیسی عام طور پر تصویروں میں بحری ڈاکوؤں کے پاس ہی نظر آتی تھی۔

”یہ لیجئے بارہ کر صاحب۔ یہ ایک سو سال پرانی شراب ہے۔ نایاب ترین۔ اس کا ایک قطرہ میں اپنے باپ کو بھی چکھانے پر بھی تیار نہ ہوتا۔ لیکن آپ کی تو بات ہی دوسری ہے۔ آپ تو میرے محسن ہیں۔“ ناٹی نے بوتل اور دو گلاس لاکر میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”او۔۔۔ تم ابھی تک اس احسان کے چکر کو نہیں بھولے“

بارہ کر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیسے بھول سکتا ہوں۔ آپ اگر جان پر کھیل کر مجھ سے بچاتے تو اب تک میری ہڈیاں تک اس زہریلی دلدل میں گل نہ چکی ہوتیں۔“

ناٹی نے کہا۔ اور شراب انٹیل کر گلاس بارہ کر کے سامنے کھسکا دیا۔



”اچھا چھوڑ دو۔ تم میرے دوست ہو اور بس۔ لیکن تم تو کہہ رہے تھے کہ سوائے خاص آدمیوں کے کسی کو بلیک و ہسکی کا علم نہیں ہے۔ حالانکہ تمہارا کاؤنٹرین جانتا ہے۔“ بارکر نے گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

”کاؤنٹرین۔۔۔ اسکل۔۔۔ وہ صرف کاؤنٹرین نہیں میرا نمبر ٹو ہے۔ بڑے کام کا آدمی ہے۔“ نارٹی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اچھا تو یہی اسکل ہے۔ میں نے اس کا نام سنا تھا۔ اچھا یہ بتاؤ نارٹی یہاں کسی علی عمران کو جانتے ہو۔“ بارکر نے ہسکی لیتے ہوئے کہا۔

”لگ۔ لگ۔ کیا۔ کیا۔ کس کا نام لیا آپ نے“

نارٹی یوں حیرت سے اچھلا کہ ایک لمحے کے لئے تو بارکر بھی حیران رہ گیا۔

”اس میں اتنے حیرت زدہ ہونے کی کیا بات ہے۔ علی عمران نام ہے اس کا اور احمق سا لوجوان ہے۔“ بارکر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ادم۔ تو اس کا مطلب ہے آپ اسے نہیں جانتے۔ کمال ہے۔ آپ جیسا آدمی علی عمران کو نہ جانے جو پوری دنیا میں شیطان کی طرح مشہور ہے۔ لیکن آپ کو اس سے کیا کام ہے۔“ نارٹی نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

”چھوڑ دو۔ جب تم اس سے اتنے مرعوب ہو تو پھر بات کرنے کا فائدہ ہی نہیں۔“ بارکر نے بڑا سامنے بنا تے ہوئے کہا۔

”ادہ۔ تو آپ مجھ اس سے مرعوب سمجھ رہے ہیں۔ یہ بات

نہیں بارکر صاحب۔ نارٹی نے مرعوب ہونا تو سیکھا ہی نہیں۔ میں تو صرف اس کا تعارف کر رہا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ صرف معلومات کی حد تک ہے۔ علی عمران کی جو فیملی ہوگی وہ میری نہیں ہے۔ کیونکہ آج تک بلیک و ہسکی اور علی عمران کبھی ٹکرائے نہیں۔ البتہ یہاں کے انشلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ساتھ اس کی کسی بار بطور نارٹی ملاقات ہو چکی ہے اور بس۔“ نارٹی نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ادہ پھر ٹھیک ہے۔ ورنہ یقین جانو مجھے بڑی مایوسی ہوئی تھی“ بارکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ کو اس سے کیا کام ہے۔“ نارٹی نے سوالیہ نظروں سے بارکر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میں اس سے ملنا چاہتا ہوں کسی اکیلی جگہ۔ اور شرط یہ ہے کہ اُسے میرے متعلق تفصیلات کا علم نہ ہو۔ ایک سیکرٹ مسئلہ ہے۔“

بارکر نے اصل بات کو گول کرتے ہوئے کہا۔

”تو یہ کون سی مشکل بات ہے۔ اس کے دوست سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ذریعے کہیں بھی اس سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کب ملاقات کرنا چاہتے ہیں آپ۔“ نارٹی نے کہا۔

”جب بھی ہو جائے بلکہ یوں کہنا زیادہ بہتر ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔“ بارکر نے بغیر کسی اشتیاق کے کہا۔ وہ نارٹی پر اپنا اشتیاق ظاہر کر کے اُسے چونکا نا چاہتا تھا۔

”ہو جائے گی۔ میں کو ششش کروں گا کہ کل ہی ہو جائے۔ لیکن مسئلہ کیا ہے۔ مجھے تو بتائیے۔ ہو سکتا ہے۔ وہی مسئلہ میں حل کر دوں“

نارٹی نے کہا۔

”نہیں وہ مسکے سیکرٹ سرونر سے متعلق ہے۔ تمہارے متعلق نہیں۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتا ہے۔ لیکن میں اپنے نام سے اُسے ملنا نہیں چاہتا۔ میں اچانک اس کے سامنے آنا چاہتا ہوں بارکر نے کہا۔

”ٹھیک ہے میں انتظام کروں گا۔ بے فکر رہیں۔“ نارٹی نے کہا۔

”اور کسے؟“ اس قدر اچھی شراب کا بے حد شکر یہ۔ اب میں چلتا ہوں۔“ بارکر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ارے ارے بیٹھے کہاں چل دیے آپ۔“ میرے ساتھ کوٹھی چلیے۔“ نارٹی نے چونک کر کہا۔

”اوہ ایسی کوئی بات نہیں۔ میری یہاں معقول رہائش موجود ہے۔ یقیناً یو۔“ بارکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اچھا پھر میں اطلاع کہاں دوں۔ فون نمبر۔“ نارٹی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”تم اپنا فون نمبر بتا دوں۔ میں بات کروں گا۔“ بارکر نے کہا۔

اور نارٹی نے ایک نمبر بتا دیا۔ اس پر آپ اپنا تعارف ناٹی میں کہہ کر کمرائیں گے تو مجھ سے رابطہ قائم ہو جائے گا۔“ نارٹی نے کہا اور بارکر نے سر ہلادیا۔

پھر مصافحہ کر کے بارکر تیزی سے ہال کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے صرف اعتیاد کی تدابیر کے طور پر نارٹی سے رابطہ قائم کیا تھا۔ ورنہ اس اس کا خیال تھا کہ اس کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ ٹونی اب تک اپنے مشن میں کامیاب ہو چکا ہوگا۔ اور اب کار چلاتا ہوا وہ واپس اپنی کوٹھی کی طرف بڑھتے ہوئے یہی سوچ رہا تھا کہ ٹونی وہاں کامیابی کی خبر لئے لازماً موجود ہوگا۔

کار دوڑا تا ہوا وہ آگے بڑھا اور تھوڑی دیر بعد اس نے ایک  
پبلک بوکھ کے سامنے کار روکی اور تاکہ بوکھ میں داخل ہو گیا۔ اس  
نے سیور اٹھا کر سٹے ڈالے اور تیزی سے نمبر گھمانے میں  
مہرور ہو گیا۔

”سرومنز ہسپتال“ — چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے  
نسوانی آواز سنائی دی۔

”ڈاکٹر ہاشمی سے بات کرنا وہ میں عمران بول رہا ہوں“

عمران نے قدرے سخت اور حکمانہ لہجے میں کہا۔

”یس سر — ہو لڈ آن کیجیے“ — دوسری طرف سے فوراً

ہی موبانہ لہجے میں کہا گیا۔ یہ شاید اس کے حکمانہ لہجے کا نتیجہ تھا۔

”ڈاکٹر ہاشمی بول رہا ہوں“ — چند لمحوں بعد ڈاکٹر ہاشمی کی

مانوس آواز سیوریہ گونجی۔

”ڈاکٹر ہاشمی — میں علی عمران بول رہا ہوں۔ ڈیڈ می کی کیا حالت ہے“

عمران نے کہا۔ وہ اور ڈاکٹر ہاشمی خاصے بے تکلف تھے۔

”ادہ عمران تم — فکر نہ کرو۔ سر رحمان کی حالت خطرے سے

تقطعی باہر ہے۔ گولی نے انہیں کوئی زیادہ نقصان نہیں پہنچایا۔ یس

دو چار روز ہسپتال میں رہ کر وہ فارغ کر دیئے جائیں گے“

ڈاکٹر ہاشمی نے جواب دیا۔

”اچھا تعینک یو — یس خیال رکھنا۔ بہنوں نے سر رحمان پر کھلے

عام وار کیا ہے وہ وہاں ہسپتال میں بھی دوبارہ ایسا کر سکتے ہیں“

عمران نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

عمران نے گھوم کر جب ہوٹل میں پہنچا تو اُسے پتہ چلا کہ سر رحمان  
کو ایک کار میں ڈال کر ہسپتال لے جایا چکا ہے۔ اور ہم کی وجہ سے  
ہوٹل میں خاصا جانی نقصان ہوا۔ چار افراد ہلاک اور آٹھ کے قریب زخمی  
ہو چکے ہیں۔ عمران کو معلوم تھا کہ سر رحمان کو سرومنز ہسپتال  
لے جایا گیا ہوگا۔ اب اس کے لئے مشکل یہ تھی کہ موجودہ میک اپ  
میں وہ ہسپتال میں داخل نہ ہو سکتا تھا کیونکہ اجنبی افراد کا انتہائی سختی  
سے داخلہ بند تھا۔ اور فلیٹ جاکر میک اپ صاف کرنے لیا۔  
بسلنے اور پھر سرومنز ہسپتال فون کر کے داخلے کے لئے کارڈ  
بندوبست کرنے میں خاصا وقت لگ سکتا تھا۔ اس لئے وہ تیزی  
سے اپنی کار کی طرف لپکا۔ اُسے اس لئے بھی جلدی تھی کہ پولیس  
وہاں پہنچنا شروع ہو گئی تھی۔ اور وہ یہاں تک کہ انہیں بیان  
دینے کے چکر میں وقت ضائع نہ کرنا چاہتا تھا۔



گیٹ سے فائر کرتا۔ یہ تو شکریہ ہے کہ ضرب کاری نہیں آئی۔ درنہ میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کرتا۔ — عمران نے اُسی طرح آنکھیں بند رکھتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زیم دوسرا کر رہ گیا۔ واقعی عمران کا تجربہ بالکل درست تھا۔

کچھ دیر بعد عمران نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور پھر میز پر پڑا ہوا ٹیلی فون اپنی طرف کھسکا کہ اس نے جولیاء کے نمبر ڈائل کئے۔  
"جولیاء اسپیکنگ" — دوسری طرف سے جولیاء کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" — عمران نے ایکسٹو کے لہجے میں کہا۔  
"یس سر" — جولیاء کا لہجہ یک لخت مؤدبانہ ہو گیا۔

"سر رحمان پر ہوٹل شوہما میں قاتلانہ حملہ کیا گیا ہے۔ حملہ آور قدرے لمبے قد اور بھرے ہوئے جسم کا غیر ملکی تھا۔ اس نے ہماؤن رنگ کی ٹیکون اور نیلی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ اس نے پیروں میں جو گرہن رکھے تھے۔ وہ ہوٹل شوہما کے عقبی طرف سے نکل کر غائب ہو گیا ہے۔ تم اپنے تمام ممبران سمیت شہر میں پھیل جاؤ۔ اور کسی مشکوک آدمی کو ڈھونڈھنے کی کوشش کرو۔ اگر کوئی ایسا مشکوک آدمی نظر آئے تو اس کی نگرانی کرو اور مجھے فوراً رپورٹ دو" — عمران نے کہا۔

"بہتر سر" — میں ابھی احکامات دے دیتی ہوں۔ سر رحمان کی حالت کیسی ہے باس" — جولیاء نے پوچھا۔

"وہ ٹھیک ہیں خطرے سے باہر ہیں" — عمران نے سر د

لہجے میں کہا اور سیور رکھ دیا۔ سیور رکھتے ہی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے چونک کر دوبارہ سیور اٹھا لیا۔  
"ایکسٹو" — عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"صفدر بول رہا ہوں سر" — میں نے یہاں ہوٹل آرگنائز کے سامنے ایک غیر ملکی کو دیکھا ہے جناب۔ یہ غیر ملکی یاد لینڈ کے سلسلہ میں ہم سے ٹکرایا تھا۔ ویسے اس وقت میں نے اس کی گردن توڑ دی تھی۔ لیکن آج وہ مجھے زندہ یہاں نظر آیا ہے تو میں چونک پڑا ہوں" — صفدر نے کہا اور عمران یاد لینڈ کا نام سن کر چونک کر سیدھا ہو گیا۔

"اس کا علیہ کیا تھا" — عمران نے پوچھا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ شاید ہنری آیا ہوگا۔ لیکن صفدر نے جو علیہ بتایا وہ اس آدمی کا تھا جس نے سادی ٹیم کو قید کر دیا تھا۔ اور پھر جیسے غلبہ سا ہوتا ہے اس طرح عمران کے ذہن میں جھباکا سا ہوا۔ اس کا نام اُسے یاد آ گیا۔ اس کا نام بارہ تھا۔

"کیا وہ ہوٹل کے اندر جا رہا تھا یا باہر نکل رہا تھا" — عمران نے چند لمحے سوچنے کے بعد پوچھا۔

"اُسے جناب ہوٹل سے باہر میں نے دیکھا تھا۔ میں کاریں پاس سے گزرا تو میں نے اس کی جھلک دیکھی۔ میرے ذہن میں ہلکا سا شبہ تو ہوا لیکن مجھے فوراً یاد نہ آیا۔ کافی آگے جا کر مجھے یاد آیا تو میں نے کاروائیس موڈی۔ اور پھر میں نے ہوٹل کے اندر بھی دیکھا۔ لیکن وہ کہیں موجود نہ تھا۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ آپ کو

اطلاع کر دوں۔“ صعفر نے جواب دیا۔

”یہ ہوٹل آرگنرانا ٹی کا ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”یس۔“ سناٹا مشہور غنڈہ ہے۔ اور ویسے اس ہوٹل میں جرائم پیشہ لوگ ہی زیادہ تعداد میں دیکھے جاتے ہیں۔“ صعفر نے جواب دیا۔

”اچھا تم دو ہیں ٹھہرو میں عمران کو کال کر کے اُسے بھیجتا ہوں۔“

پھر اس بارے میں تم دونوں تحقیقات کر لینا۔“ عمران نے کہا۔

”میں نے سر پہلے عمران صاحب کو ہی ان کے فلیٹ پر فون کیا

تھا۔ کیونکہ وہ پادرلینڈ میں ساکھ تھے۔ لیکن وہ فلیٹ پر نہ ملے۔

سلیمان نے بتایا کہ وہ سات بجے کے گئے ہوئے ہیں۔ سلیمان نے

یہ بھی بتایا تھا کہ دو تین بار کچھ مشکوک افراد عمران کا پو پوچھنے آئے

تھے۔ ایک دوبار فون پر ان کے بارے میں اجنبی آواز میں

پوچھا گیا ہے۔“ صعفر نے مزید رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے میں اُسے تلاش کر لوں گا۔ تم وہیں رکو۔“

عمران نے کہا اور سیور رکھ دیا۔

”میرا خیال ہے۔“ سر رحمان صرف میرے ڈیڑی ہونے کی

وجہ سے زخمی ہوئے ہیں۔“ عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”آپ کے ڈیڑی ہونے کی وجہ سے۔“ کیا مطلب۔ میں

سمجھا نہیں۔“ بلیک زیرو نے حیرت سے بھنویں اچکاتے

ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے میرے فلیٹ کا فون ٹیپ کیا گیا ہے۔ اور

فون کال کی مدد سے انہوں نے اس سارے ڈرامے کا پتہ چلایا کہ

فیاض اور میں آٹھ بجے ہوٹل شوبرا پہنچیں گے۔ اور پھر دوسری کال

سے انہوں نے سر رحمان کے دہان پہنچنے کا پتہ کیا ہو گا۔ اور وہ

سارا ڈرامہ سمجھ گئے ہوں گے۔ اور ان کا خیال ہو گا کہ میں کسی

نہ کسی میک اپ میں دہان موجود ہوں گا۔ چنانچہ ان میں سے ایک

نے سر رحمان پر قاتلانہ حملہ کیا۔ تاکہ ان کے زخمی ہونے پر میں ظاہر

ہو جاؤں گا۔ اور پھر وہ مجھ پر حملہ کر دیں گے۔ لیکن ہم کی وجہ سے

صورت حال خراب ہو گئی۔ اور ان کا مقصد پورا نہ ہو سکا۔ اور اب

شاید وہ اس انتظار میں ہوں کہ میں کب فلیٹ پہنچتا ہوں۔ اور ہو سکتا

ہے انہوں نے ہسپتال کی نگرانی بھی شروع کر دی ہو کہ میں لازماً

ڈیڑی کو پو پوچھنے ہسپتال جاؤں گا۔“ عمران نے آئینہ لگاتے

ہوئے کہا۔

”لیکن عمران صاحب۔ جس وقت آپ فون کر رہے تھے اس

وقت بھی تو آپ پر حملہ کیا جاسکتا تھا۔ آپ نے فون تو کیا صبح اور

فلیٹ سے آپ گئے شام کو۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”تمہاری بات درست ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے فون کو اس

طرح ٹیپ کیا گیا ہو کہ انہیں ٹیپ اتارنے اور پھر اپنے پاس سے

احکامات وغیرہ لینے میں وقت لگ گیا ہو۔ یا پھر یہ ہو سکتا ہے انہوں

نے سوچا ہو کہ کھلے عام زیادہ آسانی سے گولی ماری جاسکتی ہے۔

بہر حال چکر کچھ اسی طرح کا ہی چلا ہو گا۔“ عمران نے کہا۔

”لیکن یہ سب کچھ ہو کیوں رہا ہے۔“ بلیک زیرو نے کہا۔



”یار تمہیں ایک ٹوبنا کر بعض اوقات میں اپنے آپ کو گھاسٹ سمجھتا  
 لگ جاتا ہوں۔ یاد دلینے کا نام سامنے آنے سے باوجود تم پوچھ  
 رہے ہو کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ یاد دلینے والوں کو معلوم ہو  
 گیا ہو گا کہ میں زندہ پنج بھی گیا ہوں بلکہ واپس آ گیا ہوں۔ اور انہیں  
 شاید یہ خدشہ ہو کہ میں نے آٹومیک ٹرانسمیٹ فیوز کی تھیوری سمجھ لی  
 ہے۔ اور میں واپس اپنے ملک اس لئے گیا ہوں کہ آٹومیک  
 ٹرانسمیٹ فیوز تیار کر کے ان کے ہیڈ کو اڈر پر حملہ کر دوں۔ چنانچہ  
 انہوں نے یہی فیصلہ کیا ہو گا کہ فوری طور پر میرا خاتمہ کر دیا جائے۔  
 تاکہ آٹومیک ٹرانسمیٹ فیوز تیار کرنے کا مسئلہ ہی ختم ہو جائے۔  
 اور یہ بات یقیناً اس سلسلہ میں آیا ہو گا۔ اور اب مجھے خیال آ رہا  
 ہے کہ نارڈی یقیناً یاد دلینے کا ایجنٹ ہو گا۔ میں کئی بار سو پر فیاض کے  
 ساتھ نارڈی سے مل چکا ہوں وہ مجھے اچھی طرح جانتا ہے۔“  
 عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زیر و خفت بھرے  
 انداز میں مسکرا دیا۔

”سوری سہ۔ جہاں تک آپ کا ذہن پہنچ جاتا ہے۔ وہاں  
 تک کم از کم میرا سوچنا محال ہے۔“ بلیک زیر و خفت بھرے  
 لہجے میں کہا۔

”اچھا اب تم ایسا کر دو کہ جو لیا کو کال کر کے کہو کہ وہ ممبروں سمیت  
 میرے فلیٹ کی نگرانی کر لے۔ صرف نگرانی۔ جب میں وہاں پہنچوں  
 تو یقیناً مجھ پر حملہ کیا جائے گا۔ اور اس حملے کے لئے کوئی نہ کوئی سامنے  
 آئے گا۔ اس کی نگرانی کی جائے۔ صرف نگرانی۔ یہ بات اُسے

خاص طور پر کہہ دینا۔ انہوں نے کوئی مداخلت نہیں کرنی۔ کیوں کہ اس  
 طرح جرم جو شاید اب تک اپنے آپ کو خفیہ سمجھ رہے ہوں گے ان  
 کی مداخلت پر چونک پڑیں گے۔ اور ہو سکتا ہے وہ اپنا طریقہ کار  
 بدل لیں۔ میں ان کے سرخنے تک پہنچنا چاہتا ہوں۔“ عمران نے  
 کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”تو آپ سیدھے فلیٹ پر جائیں گے۔ بلیک زیر و خفت پوچھا۔  
 ”ہاں۔ اب یہ ضروری ہے۔ تاکہ اگر واقعی حملہ ہو تا ہے تو کوئی نہ  
 کوئی تو سامنے آئے گا۔ تم صفدر کو ٹرانسمیٹر کال پر کہہ دو۔ کہ وہ  
 فی الحال نارڈی کی نگرانی کر لے۔ بعد میں اس سے بات ہو جائے گی۔“  
 عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ڈرائنگ  
 روم کی طرف بڑھ گیا۔ بھوڑی دیر بعد وہ میک اپ صاف کر کے  
 اپنی اصل شکل میں دانش منزل سے کال لے کر باہر آ گیا۔ اس  
 کا پردہ گرام یہ تھا کہ وہ عقبی طرف سے پہلے فلیٹ میں داخل ہو گا اور  
 پھر صورت حال کو دیکھ کر مزید اقدامات کر لے گا۔ ہو سکتا ہے حملے  
 کی نوبت ہی نہ آئے۔ اور شکوک افراد کو ویسے ہی چیک کر لے۔  
 اس کے ساتھ ساتھ وہ پہلے اپنے فون کو چیک کرنا چاہتا تھا۔ کہ  
 کیا واقعی اُسے ٹیپ کیا گیا ہے یا نہیں۔ اور اس دوران  
 سیکرٹ منروس کے ممبران بھی نگرانی کے لئے وہاں پہنچ جائیں گے۔



حسب منشا تیز ہو سکے اور۔۔۔ بارکر نے کمخت لہجے میں کہا۔  
 ”ٹھیک ہے پاس۔۔۔ میں آ رہا ہوں اور۔۔۔“ ٹوٹی نے  
 جواب دیا۔ اور بارکر نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس کے چہرے پر  
 جھلاہٹ کے آثار نمایاں تھے۔ لیکن وہ ٹوٹی کے یہاں پہنچنے سے  
 پہلے کوئی ایسا منصوبہ تیار کرنا چاہتا تھا جس سے نہ صرف عمران کو  
 باہر بلایا جاسکے بلکہ اس پر حملہ کئے جانے کی بھی یوزریشن بن جائے۔  
 سوچتے سوچتے اُسے خیال آیا کہ سر رحمان اگر عمران کے والد  
 ہیں تو پھر لازماً عمران کے دیگر رشتہ داران بھی ہوں گے۔ اگر  
 ان میں سے کسی ایسے آدمی کو اغوا کر لیا جائے جس کے اغوا سے  
 عمران مجبور ہو کر باہر آجائے تو صورت حال کو اپنی مرضی سے ڈھالا  
 جاسکتا ہے۔ لیکن اُسے عمران کے رشتہ داروں کے بارے  
 میں کسی تفصیلات کا علم نہ تھا۔ وہ چند لمحے سوچا رہا۔ پھر اس نے  
 ٹیلی فون کا رسیڈا اٹھایا اور نارڈی کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کرنے  
 شروع کر دیئے۔ مخصوص کوڈ بتانے پر جلد ہی نارڈی سے رابطہ  
 قائم ہو گیا۔

”نارڈی۔۔۔ عمران کے والد کہاں رہتے ہیں۔ کیا تمہیں معلوم  
 ہے۔۔۔“ بارکر نے پوچھا۔

”اوہ بارکر صاحب۔۔۔ عمران کے والد سر رحمان تو اس وقت  
 ہسپتال میں ہوں گے۔ ابھی چند لمحے پہلے مجھے اطلاع ملی تھی کہ  
 سر رحمان پر ہوٹل شوبہ میں کھلے عام حملہ کیا گیا ہے۔ وہاں فائرنگ  
 کے ساتھ ساتھ ہم بھی پھینکا گیا ہے۔“ نارڈی نے جواب دیا۔

بارکر کو جب کوٹھی پہنچ کر یہ اطلاع ملی کہ ابھی تک عمران  
 کا کہیں پتہ نہیں چلا۔ نہ ہی وہ فلیٹ پر آیا ہے اور نہ ہسپتال۔ تو  
 بارکر کو شدید ذہنی گرفت ہوئی۔ اس نے ٹرانسمیٹر پر ٹوٹی کی فریڈنسی  
 سیٹ کی اور پھر پٹن آن کر دیا۔  
 ”یس ٹوٹی اسٹینک اور۔۔۔“ چند لمحوں بعد ٹوٹی کی آواز  
 سنائی دی۔

”بارکر بول رہا ہوں۔ سنو تمہاری منصوبہ بندی درست نہیں  
 ہے۔ سر رحمان پر حملہ کر کے تم نے لازماً عمران کو چوٹ لگا دیا ہوگا۔ اس  
 لئے اب اس کا اس طرح مل جانا محال ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے  
 کہ وہ اپنے فلیٹ کی نگرانی کرائے۔ اس لئے تم فوری طور پر اپنے  
 گروپ کو واپس بلا کر اپنے ہیڈ کوارٹر بھیج کر یہاں میرے پاس  
 آ جاؤ۔ ہمیں کوئی ایسا پلان بنانا پڑے گا جس سے کام کی رفتار

”اچھا۔ لیکن ان کی رہائش گاہ کہاں ہے۔ مجھے فوراً داپس جانا ہے۔ اور میں عمران سے ملاقات کے لئے زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں نے سوچا کہ جو معلومات عمران کو پہنچانی ہیں۔ کیوں نہ انہیں عمران کے والد تک پہنچا دیا جائے۔ اس طرح میرا مشن مکمل ہو جائے گا۔ لیکن اب تم کہہ رہے ہو کہ عمران کے والد کو زخمی کر دیا گیا ہے اور وہ ہسپتال میں ہیں۔ تو پھر ایسا ہے کہ میں ان کے گھر خط پہنچا دیتا ہوں۔ میرا مسئلہ ختم ہو جائے گا۔ اور میں جلد از جلد واپس چلا جاؤں گا۔“ بارکر نے کھٹا پھر کر بات کرتے ہوئے کہا۔

”تو پھر یہ خط آپ عمران کے فلیٹ پر پہنچا دیں۔ اس کا فلیٹ گنگ روڈ پر ہے۔ نمبر دو سو ہے۔“ نارٹی نے جواب دیا۔

”یہ تو مجھے معلوم ہے لیکن وہاں دو روز سے تالا لگا ہوا ہے۔“ بارکر نے جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔

”ایک بار میں سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ساتھ سر رحمان کی کوٹھی پر گیا تھا۔ وہ آفیسر زکالونی میں ہے۔ نمبر پچیس ہے اس کا۔“ نارٹی نے جواب دیا۔

”وہاں کوٹھی میں کوئی تو رہتا ہوگا۔ اگر کسی خاص شخصیت کا بیہ چل جائے جو ذمہ دار بھی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔“ بارکر نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

”ذمہ دار شخصیت۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ وہاں تو ان کی بیوی اور ایک لڑکی رہتی ہے۔ عمران ان کا اکلوتا لڑکا ہے جو

علحدہ رہتا ہے۔ آپ ایسا کریں یہ خط سپرنٹنڈنٹ فیاض کو پہنچا دیں وہ انتہائی ذمہ دار آدمی ہے۔ وہ یہ خط سر رحمان بلکہ اگر آپ نہیں تو عمران تک پہنچا دے گا۔“ نارٹی نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”تو کیا سو پر فیاض کو معلوم ہوگا کہ عمران کہاں ہے۔“ بارکر نے چونک کر پوچھا۔

”نہ بھی ہوگا تو اسے وہ ڈھونڈھ لے گا۔ وہ اس کا بہت گہرا دوست ہے۔ بلکہ اس نے مجھے بتایا تھا کہ جس فلیٹ میں عمران رہتا ہے وہ بھی اُسی کی ملکیت ہے۔“ نارٹی نے جواب دیا۔

”اس سپرنٹنڈنٹ فیاض کا گھر کہاں ہے۔ تاکہ میں ابھی اس سے رابطہ قائم کر لوں۔“ بارکر نے کہا۔

”وہ ذیشان کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ میں رہتا ہے۔ پھر میں آپ کی اور عمران کی ملاقات کے سلسلہ میں بھاگ دوڑ نہ کروں۔“ نارٹی نے کہا۔

”ہاں۔ میرے خیال میں اب اس کی ضرورت نہیں۔ میں سو پر فیاض کے ذریعے ہی عمران تک مطلوبہ خط پہنچا دوں گا۔ گڈ بائی۔“ بارکر نے کہا اور سیوریہ کھ دیا۔

اُسی لمحے دروازہ کھلا اور ڈونی اندر داخل ہوا۔

”آؤ ڈونی بیٹھو۔ مہتاب اگر دوپ بخیریت اپنے ہیڈ کوارٹر پہنچ گیا ہے۔“ بارکر نے سنجیدہ انداز میں کہا۔

”یس باس۔“ ڈونی نے کمرسی پر بیٹھتے ہوئے مودبانہ

لہجے میں جواب دیا۔

”ٹوٹی — جتنی دیر گزر رہی ہے۔ میری بے چینی بڑھ رہی ہے، بار کر کے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”باس عجیب اتفاق ہے کہ جب سے ہم نے عمران کو ڈھونڈنا شروع کیا ہے عمران غائب ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ملک میں موجود ہی نہ ہو۔“ ٹوٹی نے کہا۔

”ارے ہاں۔ اس بات کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا۔ ٹھیک ہے پہلے ہمیں اس بات کا پتہ کرنا چاہیے۔ وہ ملک میں ہی نہ ہو اور ہم خواہ مخواہ ٹوٹیاں مارنے رہ جائیں۔“ بار کر کے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس کے باورچی نے تو یہ نہیں بتایا کہ وہ ملک سے باہر ہے۔ اس نے تو صرف اتنا کہا کہ وہ فلیٹ میں نہیں ہے۔“ ٹوٹی نے کہا۔

”اس کے فلیٹ کا نمبر کیا ہے۔ میں خود باورچی سے بات کر تا ہوں۔“ بار کر کے جو شیلے لہجے میں کہا۔

”وہ بہت تک چڑھا سا آدمی ہے۔ سیدھے رخ بات ہی نہیں کرتا۔“ ٹوٹی نے منہ بنا کر کہا۔

”سیدھے منہ بات نہیں کرے گا تو پھر عمران سے پہلے اس کے جسم کے ٹکڑے اڑا دوں گا۔ نمبر بتاؤ۔“ بار کر کے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور ٹوٹی نے نمبر بتایا تو بار کر کے رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ ایک دو بار گھنٹی بجی اور پھر کسی نے رسیور اٹھا لیا۔

”یس آکو کچا لو۔ بارہ مصلے فروٹ چاٹ ایسوی ایشن آفس“

دوسری طرف سے ایک چمکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”سوری رائنگ نمبر۔“ بار کر کے بھنگلائے ہوئے انداز میں کہا اور ہاتھ مار کر کریڈل دیا دیا۔

”یہ تم نے کون سا نمبر بتا دیا مجھے۔“ بار کر کے غصیلے انداز میں سامنے بیٹھے ٹوٹی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”باس نمبر تو یہی ہے۔ شاید غلط ڈائل ہو گیا ہو۔“ ٹوٹی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

اور بار کر کے ایک بار پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ اس بار فوراً ہی رسیور اٹھا لیا گیا۔

”یس کس کی جان عذاب میں آئی ہوئی ہے۔ رات کے وقت تعویذ نہیں ملا کرتے۔ سورج غروب ہونے کے بعد تعویذوں کے

مؤکل اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔“ دوسری طرف سے وہی آواز سنائی دی جو پہلی بار سنائی دی تھی۔

”مجھے علی عمران سے ملنا ہے۔“ بار کر کے آنکھیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ صرف مصافحہ کرنا ہے یا گلے بھی ملنا ہے۔ مصافحہ کی

فیس تھوڑی ہوگی جب کہ مخالفت یعنی گلے ملنے کی فیس زیادہ ہوگی کیونکہ میں نے پسلیاں ٹوٹنے کی انشورنس نہیں کرائی۔“ اُسی آواز میں جواب ملا۔

اور بار کر کے اور ٹوٹی دونوں ہی بڑی طرح چونک پڑے۔ کیونکہ اس



نقرے کا مطلب تھا کہ بولنے والا خود علی عمران ہے۔

”آپ علی عمران ہیں“ — بارکر نے پوچھا۔

”صرف علی عمران نہیں ہوں۔ علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی (اکن) بھی ہوں۔ بڑا پیسہ خرچ کیا ہے ڈیڈی نے ان ڈگریوں کے لئے۔ میرا کیا ہے میں نے تو بس امتحان میں نقل ہی مادی ہتی۔“ — دوسری طرف سے عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر سنو۔ تمہاری موت آگئی ہے۔ میں تمہیں ان ڈگریوں سمیت قبر میں دفن کر دوں گا۔“ — بارکر نے اس بار کھولتے ہوئے ہلچے میں کہا۔

”تمہارے ہاں بکو اس کرنے والے کو بارکر کہا جاتا ہے۔ اور بکو اس کا مطلب ہی یہی ہے کہ اس پر یقین نہ کیا جائے۔“ — عمران نے اُسی طرح چپکتے ہوئے انداز میں کہا۔

”یہ تو تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔ جب تمہاری روح تمہارے جسم کے ایک ایک ٹکڑے سے نکلے گی۔“ — بارکر نے چیختے ہوئے کہا۔

”ارے بھئی۔ میں نے تو صرف مطلب بتایا تھا تم خواہ مخواہ ناراض ہو گئے۔ وہ تمہارے آدمی شاید میرے فیلڈ کی نگرانی کر کے لاکے تھک گئے ہیں۔ اس لئے اپنے گھروں کو سدھار گئے ہیں تو ان کی بات کر رہا تھا۔ اور اب میں ان کے انتظار میں فیلڈ میں بیٹھا سوکھ رہا ہوں کہو تو شہر سے کچھ مالش کرنے والے بھجوا دوں۔“ — عمران نے کہا۔

”میں سمجھ گیا تم بہت کچھ جان گئے ہو۔ اور پھر سن لو کہ میرا نام بارکر ہے۔

بارکر۔ میں آدمی کو لٹکا کر مارنے کا قائل ہوں۔ سمجھے۔ اس لئے اب ہوشیار رہنا۔ اور اگر کوئی کہتے ہیں اپنے گرد جمع کر سکتے ہو تو کر لو۔

تمہاری موت تو بہر حال مقدر ہو چکی ہے چلو اس بہانے.....“ — بارکر نے غصیلے انداز میں کہنا شروع کیا لیکن ٹوٹی نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر کمریڈل دبا دیا۔ اور بارکر کا فقرہ ادھورا رہ گیا۔

”باس۔ دہ فون ٹریس کرنے کے لئے وقت لے رہا ہے“ — ٹوٹی نے تیز لہجے میں کہا۔

”ادھ ہاں۔ لیکن فکر نہ کرو۔ میں نے اس کا پہلے ہی بندہ ولایت کر رکھا ہے۔ جو فون نمبر اسے ایکس چیج سے ملے گا وہ شہر کی کسی اور کاونٹی کا ہو گا۔“ — بارکر نے سر ملاتے ہوئے سیور کمریڈل پر رکھ دیا۔

”پھر ٹھیک ہے۔ اب کیا خیال ہے۔ وہ فیلڈ میں موجود ہے۔ کارروائی شروع نہ کر دی جائے۔“ — ٹوٹی نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن تمہارے آدمیوں کو دہاں تک بھیجتے بھیجتے دیر ہو جائے گی میں اپنا گھر دپ لے جاتا ہوں۔ جلدی بھی ساتھ چلو۔ آج اس قصے کو ختم ہی کر دیں۔“ — بارکر نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف لپکا۔ اور پھر اس کے چیخ چیخ کر احکام دینے پر اس کے پانچوں آدمی چند ہی لمحوں میں پوری طرح مسلح ہو کر تیار ہو گئے۔ گیراج سے دوسری گاڑی نکال لی گئی۔ اور پھر وہ پانچوں مسلح افراد دوسری سیاہ رنگ کی

گاڑی میں اور بار کر اور ٹونی سفید رنگ کی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ دونوں گاڑیوں کی ممبر پٹیشیں جلی تھیں۔ اس لئے انہیں گاڑیوں کی طرف سے کوئی فکر نہ تھی۔ بار کر نے فلیٹ پر حملے کا تمام منصوبہ اپنے آدمیوں کو سمجھا دیا تھا۔ اور چند لمحوں بعد دونوں گاڑیاں کوٹھی سے نکل کر کنگ روڈ کی طرف بڑھنے لگیں جہاں عمران کا فلیٹ تھا۔ وہ سب مجسم موت بنے عمران کی طرف بڑھ رہے تھے۔

”باس۔ اس عمران کو آپ کے نام اور فلیٹ کی نگرانی کا پتہ کیسے چل گیا۔“ ٹونی نے کوٹھی سے باہر نکلتے ہی کہا۔  
 ”اس بات پر تو مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ میرا خیال ہے۔ میرے نام کا پتہ اُسے نارٹی سے ملا ہو گا۔ صرف وہی جانتا ہے کہ میں یہاں ہوں۔ بہر حال میں اس سے بھی منٹ لوں گا۔ جو شخص اعتماد کھودے اس کا زندہ رہنا جرم ہے۔“ بار کر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔  
 ”نارٹی۔ وہ کون ہے۔“ ٹونی نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔  
 اور بار کر نے اُسے مختصر لفظوں میں بتا دیا۔ اور ٹونی کندھے اچکا کر رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد دونوں کاریں کنگ روڈ کے پہلے چوک پہنچ گئیں۔ بار کر نے کار ایک سائیڈ پر کر کے روک دی۔ اور اس کے پیچھے آنے والی سیاہ رنگ کی کار بھی کچھ فاصلے پر رک گئی۔

”وہ سلسلے سبک بوتھ ہے۔ میں جا کر وہاں سے عمران کو فون کرتا ہوں۔ اگر وہ ہوا تو اشارہ کروں گا۔ تم باقی آدمیوں کو ساتھ لے کر فلیٹ کو اس طرح چاروں طرف سے گھیرے میں لے لینا کہ عمران کسی طرف سے

نکل نہ سکے۔ اور اس کے بعد جب تک پورے فلیٹ کی اینٹ سے اینٹ نہ بچ جائے تم نے اپنی جگہ سے ہلنا نہیں۔ اور حملے کے بعد تم سب نے انتہائی تیز رفتاری سے واپس جانا ہے۔ اور تعاقب کا خاص خیال رکھنا ہے۔“ بار کر نے ٹونی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔  
 ”لیکن باس یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ عمران نے اپنے فلیٹ کی نگرانی کر رکھی ہو۔ اور جیسے ہی ہم فائر کھولیں وہ ہم پر فائر کھول دیں۔ ہمارے پاس گاڑی ایک ہے۔ ہمارے لئے نکلنا مشکل بن جائے گا۔“ ٹونی نے کہا۔  
 ”تو پھر.....“ بار کر نے کہا۔

”باس میرا خیال ہے۔ میں آپ کی کاریں سے گزرتے ہوئے عمران کے فلیٹ پر بوفائر کمروں اور آگے نکل جاؤں۔ ظاہر ہے نگرانی کرنے والے میرے پیچھے لگ جائیں گے۔ جب وہ سب نکل جائیں تو آپ اپنے آدمیوں سمیت فلیٹ پر بلہ بول دیں۔ میں اپنے پیچھے آنے والوں کو آسانی سے ڈاج دے کر نکل جاؤں گا۔“ ٹونی نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

”گڈ آئیڈیا۔“ واقعی یہ درست رہے گا۔ لیکن پہلے اس بات کی تو تصدیق کر لیں کہ واقعی عمران فلیٹ میں موجود بھی ہے یا نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ وہ فون سنتے ہی خطرہ محسوس کر کے ہمارے آنے تک فلیٹ سے نکل گیا ہو۔“ بار کر نے کہا۔

”ہاں یہ ٹھیک ہے تو پھر ایسا کہ میں آپ مجھے اشارہ کریں گے تو میں گاڑی لے کر فلیٹ کی طرف چل پڑوں گا۔ آپ اپنے آدمیوں سمیت



بعد میں پہنچیں۔ ٹونی نے کہا اور بار کرنے سر ہلا دیا۔ اور کار سے اتر کر وہ تیز تیز قدم اٹھا تا سرٹک پا کر کے دوسری طرف موجود پیبلک بوتھ کی طرف بڑھ گیا۔



عمران نے فلیٹ پر پہنچ کر سب سے پہلے ٹیلی فون چیکنگ کی۔ لیکن ٹیلی فون بالکل ٹھیک تھا۔ اس کے ساتھ ٹینگ کے لئے کوئی جوڑ نہ لگایا گیا تھا۔ اس چیکنگ کے لئے عمران کے پاس ایک مخصوص مشین تھی جو فوراً بتا دیتی تھی کہ اس فون کو ٹیپ کیا گیا ہے یا نہیں یا کیا جا رہا ہے یا نہیں۔ اب تو عمران کی آنکھوں میں حیرت کی جھلکیاں نمودار ہو گئیں۔ ظاہر ہے اس کے تمام تجزیے کی عمارت ٹیپ کی بنا پر کھڑی تھی۔ اور جب فون ہی ٹیپ نہیں ہوا تو اس کا مطلب ہے اس کا سارا تجزیہ غلط تھا۔ عمران — تیزی سے عقبی سیٹریوں سے ہوتا ہوا سب سے اوپر والے فلیٹ کی چھت پر پہنچا۔ اور پھر اس نے چھت پر لیٹ کر

باہر کی چکنگ شروع کر دی۔ اس کی تیز نظریں نیچے پورے ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ابھی وہ دیکھ ہی رہا تھا کہ اس نے سامنے والی لگی سے ایک کار کو نکلنے دیکھا۔ اس کے باہر آتے ہی ایک کیفے کے سامنے کھڑی کار بھی حرکت میں آگئی۔ اور پھر بک سٹال کے سامنے کھڑا ایک نوجوان چونکا۔ اور جلد ہی سے چلتا ہوا قریب کھڑی کار میں بیٹھا اور وہ کار بھی پہلی کاروں کے پیچھے چلی دی۔ اس طرح اس نے دو اور کاروں کو بھی مشکوک انداز میں ساتھ جاتے ہوئے چیک کر لیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سب کاریں نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ عمران اور کچھ لمحے وہیں پڑا رہا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے سیکرٹ سروس کی کاروں کو دہاں پہنچ کر ادھر ادھر بکھرنے دیکھا اور عمران طویل سانس لے کر اٹھا اور پھر سیڑھیاں اتر کر واپس اپنے فلیٹ میں پہنچ گیا۔ نگرانی واقعی کی جا رہی تھی۔ لیکن شاید نگرانی کرنے والے یاوس ہو کر واپس چلے گئے تھے۔ نمبر پلیٹیں دیکھنے میں جعلی نظر آ رہی تھیں۔ کیونکہ وہ دارالحکومت کے نمبروں کی ترتیب سے ہٹ کر تھیں۔ اب یہی ایک کلیو ہو سکتا تھا کہ شہر میں ایسی کار ڈھونڈھی جائے جس پر جعلی نمبر پلیٹ ہو۔ اُسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور عمران سمجھ گیا کہ جولیانے فون کیا ہو گا۔ اُسے بتانے کے لئے کہ وہ نگرانی پر پہنچ گئے ہیں۔

”آلو کچا لو۔ بارہ مصلحے فروٹ چاٹ ایسوسی ایشن آفس“ عمران نے جان بوجھ کر کہا۔ لیکن دوسری طرف سے ایک بھاری اور نامانوس آواز سن کر جس نے سورہی راگ نمبر کہہ کر ٹیلی فون بند کر دیا تھا عمران چونک پڑا۔ اور ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ یہ فون مجرموں کی



طرف سے ہو گا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔ لیکن عمران نے چاہتے ہوئے بھی عادت کے مطابق کو اس شروع کر دی۔ لیکن جب دوسری طرف سے اُسی نامانوس اجنبی آواز نے کہا کہ وہ علی عمران سے ملنا چاہتا ہے تو عمران نے بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرا اور ساتھ ہی جلدی سے ٹیلی فون کے کونے میں موجود ایک سفید رنگ کا بٹن دبا دیا اور اس کے بعد اس نے حسب عادت باتیں کر کے بولنے والے کو الجھنا شروع کر دیا۔ اس نے اندھیرے میں تیر چلاتے ہوئے بار کمر کا نام اور فلیٹ کی نگرانی کا ذکر کیا تو بولنے والا خود ہی تسلیم کر گیا کہ وہ بار کمر ہے اس نے عمران کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں اور پھر اچانک درمیان سے ہی لائن کٹ گئی۔ عمران نے ریسورس کرپٹل پر دیکھا اور سفید بٹن کے ساتھ موجود سیاہ رنگ کے ابھار کو انگوٹھے سے دبا دیا۔ اور پھر خاموش ہو رہا۔ چند لمحوں بعد ہی گھنٹی دوبارہ بجی اور عمران نے ریسورس اٹھا لیا۔ اُسے معلوم تھا کہ یہ کال بلیک زیر دکی ہوگی کیونکہ سفید بٹن پریس کرنے سے کال کا تعلق دانش منزل کی کوکیشن چیکنگ مشین سے ہو جاتا تھا۔

”یس علی عمران“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔  
 ”عمران صاحب آپ کو کال البرٹ کالونی کے کسی فون بوتھ سے کی گئی ہے۔“ — بلیک زیر و نے کہا۔  
 ”اچھا ٹھیک ہے۔“ — عمران نے کہا اور ریسورس رکھ دیا۔

البرٹ کالونی شہر کے سب سے آخری حصے میں تھی اور ظاہر ہے وہاں تک پہنچتے پہنچتے نصف گھنٹہ تو ضرور ہی لگ جاتا۔ اتنی دیر بھرم دیاں

ان کے آنے کا انتظار تو نہ کرتے رہتے۔  
 ”سلیمان“ — اچانک عمران نے تیز لہجے میں سلیمان کو آواز دی۔

”جی صاحب“ — سلیمان نے فوراً اسی دروازے میں نمودار ہوتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا وہ عمران کے موڈ کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔

”سنو“ — میں عقبی دروازے سے جا رہا ہوں۔ تم انفرانیڈ شعاعوں والی مشین آن کر دو۔ اور جب تک میں فون نہ کر دوں اُسے بند نہ کرنا۔ اور ہاں۔ عمران نے اٹھتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اگر کسی اجنبی کا فون آئے تو اُسے کہہ دینا کہ صاحب ہاتھ روم میں ہیں۔“ — عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”انفرانیڈ“ — اوہ تو کیا فلیٹ پر حملہ ہو رہا ہے۔“ — سلیمان نے سہم کر پوچھا۔ کیونکہ عمران نے فلیٹ کی حفاظت کے لئے انفرانیڈ شعاعوں کی جدید ترین مشین فٹ کر لی تھی کیونکہ ایک مہم کے دوران مجرموں نے پورے فلیٹ کو ہی بھوں سے اڑا دیا تھا۔ اس لئے فلیٹ کو دوبارہ تعمیر کرانے کے بعد اس نے خصوصی حفاظت کے لئے یہ انتظام کیا تھا۔

”شاید ہو جائے۔ فی الحال امکان تو نہیں لیکن کسی بھی وقت ہو سکتا ہے۔“ — عمران نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا وہ پہلے ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔ چند لمحوں بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے چہرے پر ایک میک اپ موجود تھا۔ وہ عقبی دروازے سے نکل کر باہر آیا۔ تو اس کے لئے مظہر حکیم ایم اے کا انتہائی دلچسپ ناول ”عمران کی موت“ پڑھیے۔

سلیمان نے اندر سے دروازہ بند کر دیا۔ عمران نے نیچے موجود گیاراج میں سے کار نکالی اور عقبی سڑک سے گزر کر وہ چکر کاٹ کر سامنے کے رخ آیا اور پھر کافی فاصلے پر ایک گلی کی سائیڈ میں اس نے کار روک دی۔ اس جگہ سے وہ اپنے فلیٹ کے ساتھ ساتھ اندر گھر دکا پور ماحول چیک کر سکتا تھا۔ نگرانی کرنے والے تو پہلے جا چکے تھے۔ لیکن بارہ کار کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ فوری اور براہ راست کام کرنے کا عادی ہے۔ اس لئے اس کا خیال تھا کہ بارہ کار لاڈا آئے گا۔ اور شاید وہ اس کی موجودگی کو چیک کرنے کے لئے کہیں قریب کے پبلک بوٹھ سے فون کرے۔ اس لئے عمران نے سلیمان کو کہہ دیا تھا کہ وہ اس کی فلیٹ میں موجودگی کے متعلق کہہ دے۔

ابھی اُسے وہاں رکنے ہوئے دس منٹ ہی گزرے تھے کہ اس نے دو کاروں کو ذرا سا فاصلے پر سائیڈ میں رکتے ہوئے دیکھا۔ ان میں سے ایک سفید رنگ کی کار تو اس سے تھوڑے فاصلے پر آ کر رکی تھی اس میں دو افراد تھے۔ جب کہ دوسری سیاہ رنگ کی کار کچھ پیچھے تھی اور وہ آدمیوں سے بھری ہوئی تھی۔ عمران کی کار چونکہ اندھیرے میں کھڑی تھی۔ اور اس کا انداز ایسا تھا جیسے گیاراج نہ رکھنے والے اپنی کاروں کو گھروں سے باہر کھڑا کر دیتے ہیں۔ سفید کار میں موجود ایک آدمی باہر نکل کر سڑک پار کرنا ہوا پبلک فون بوٹھ کی طرف بڑھا۔ اور عمران نے اُسے فوڈا ہی پہچان لیا کہ وہ بارہ کار ہے۔ اس کے لبوں پر طنز یہ مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس کا خیال درست ثابت ہو رہا تھا۔ عمران کے سامنے بارہ کار نے فون ڈائل کیا اور پھر سیور

رکھ کر وہ پبلک بوٹھ سے باہر نکلا اور اس نے ہاتھ لہرا کر اشارہ کیا تو سفید کار میں موجود آدمی جو اب کھسک کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ اس نے جلدی سے جھبک کر نیچے ہاتھ کیا اور پھر سیدھا ہو کر اس نے کار آگے بڑھا دی۔ اور بارہ کار تیزی سے چلتا ہوا اچھلی کار کی طرف بڑھ گیا۔ عمران خاموشی سے بیٹھا یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ البتہ اس نے ڈیش بورڈ کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا ریو اور نکال لیا۔ ایسا ریو اور جو نظر ہر سچوں کا کھلونا نظر آتا تھا۔ اس نے ریو اور کی نال کھڑکی کے کونے میں رکھ کر اس نال کا رخ سیاہ رنگ کی کار کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ ہلکی سی ٹرک کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے سیاہ رنگ کی کار کے پیچ پر ایک ستارہ سا چمکا اور پھر اندھیرا چھا گیا۔ عمران نے مطمئن ہو کر ریو اور واپس ڈیش بورڈ میں رکھ دیا۔ اُسی لمحے ایک خوف ناک دھماکہ فضا میں ہوا اور عمران کی نظریں تیزی سے اپنے فلیٹ کی طرف اٹھ گئیں۔ سفید کار اس کے فلیٹ کے سامنے رکی ہوئی تھی اور فلیٹ کی کھڑکی کے باہر چنگاریاں سی اٹتی ہوئی نظر آئیں۔ اُسی لمحے سفید کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھی۔ اور انتہائی تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئی اور عمران نے دیکھا کہ سیکرٹ سروس کے تقریباً تمام ارکان اس کے تعاقب میں دوڑ پڑے۔ اور عمران ہونٹ بھیج کر رہ گیا۔ واقعی سیکرٹ سروس کے ارکان حماقت کر رہے تھے۔ ایک کار کے لئے چار کاروں کا بھاگنا کسی طور بھی عقلمندی نہ تھی۔ جب کہ عمران اب بارہ کار کی ساری چال سمجھ گیا تھا۔ بلو فائر سے ویسے بھی نقصان نہ ہوتا تھا صرف دھماکہ اور اس قدر چنگاریاں کہ جیسے



سینکڑوں پھلچڑیاں جھوٹ رہی ہوں۔ اور اگر نقصان دینے والا دھماکہ بھی ہوتا تو ظاہر ہے انفرائیڈ شعاعوں کا نظر نہ آنے والا جال فلیٹ کو نقصان نہ پہنچے دیتا۔ اس بلو فائر سے بارکمر نے صرف نگرانی کرنے والوں کو دور کیا تھا تاکہ بعد میں اطمینان سے فلیٹ پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجائی جاسکے۔ اور وہی ہوا۔ سیکرٹ سروس کے اہلکاران کی کاروں کے نکلنے کے چند لمحوں بعد سیاہ رنگ کی کار حرکت میں آئی اور بیک جھپکنے میں وہ عمران کے فلیٹ کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ اور پھر اس میں سے پانچ افراد اچھل کر باہر نکلے انہوں نے سیاہ رنگ کے چست لباس پہن رکھے تھے اور ان کے ہاتھوں میں چوڑی نالوں کے بڑے بڑے راکٹ پستول تھے۔ اور دوسرے ہی لمحے انہوں نے فلیٹ پر راکٹوں کی بارش برسا دی۔ فضا خوف ناک اور دل ہلا دینے والے دھماکوں سے گونج اٹھی۔ لیکن ان خوف ناک راکٹوں کا حشر وہی ہوا جو کہ ہونا چاہیے تھا۔ وہ انفرائیڈ شعاعوں کے جال سے ٹکرا کر پھٹتے اور پھر پھیل جاتے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے فلیٹ کے سامنے آگ کی آبشار سی بہہ رہی ہو۔ دو دو بار فائر کرنے کے بعد وہ سب بجلی کی سی تیزی سے کاریں سوار ہوئے اور کار انتہائی تیز رفتار سے آگے بڑھ گئی۔ اور گمراہ علاقے میں بھگدڑ سی مچ گئی تھی۔ لیکن عمران بڑے مطمئن انداز میں اپنی کاریں بیٹھا یہ سب تماشا ہوتا دیکھ رہا تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کی کار کا تعاقب کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔ اس نے لنک فائر کر کے اس کا بندوبست پہلے ہی کر لیا تھا۔ اور اب وہ آسانی سے اس

جگہ کو ٹریس کر سکتا تھا۔ جہاں یہ کار ہوتی۔ اس لئے وہ بے فکر بیٹھا تھا۔ اس نے کافی دیر انتظار کیا کیونکہ وہ کسی تیسری پارٹی کی طرف سے حملے کے امکان کو بھی رد نہ کر سکتا تھا۔ لیکن جب کوئی حملہ نہ ہوا تو وہ کار سے اترا اور سیدھا سپیکر بوکھ کی طرف بڑھ گیا۔

”سیمان بول رہا ہوں۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی سیمان کی آواز سنائی دی۔

”میں عمران بول رہا ہوں سیمان۔“ انفرائیڈ شعاعوں کو بند کر دو۔ کیونکہ پولیس لازماً تحقیقات کرے گی تم انہیں یہ کہہ کر ٹال دینا کہ اُسے کچھ علم نہیں کہ باہر کیسے دھماکے کئے۔ میں بعد میں فون کر دوں گا“ عمران نے کہا۔

”لیکن عمران صاحب۔“ اس دوران اگر دوبارہ حملہ ہو گیا تو۔ میرے تو کان ابھی تک بچ رہے ہیں۔“ سیمان نے ہنسے ہوئے لہجے میں کہا۔

”بچ رہے ہیں تو بچے رہیں۔ اطمینان سے انگش میوزک سنتے رہو۔ بس یوں سمجھو کہ ڈرامہ بینک ہو رہی ہے۔“ عمران نے کہا اور ساتھ ہی ریور رکھ دیا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ کاریں بیٹھ کر اس نے کار کا رخ دانش منزل کی طرف کر دیا۔ اور بھڑوڑی دیر بعد وہ دانش منزل پہنچ چکا تھا۔ ڈیش بورڈ میں موجود وہی کھلونے ماریو اور اس کے ہاتھ میں تھا۔

”جناب ابھی ابھی جولییا کی ٹرانسمیٹر کال آئی تھی۔ اس نے بتایا کہ آپ کے فلیٹ پر حملہ کرنے والا انہیں ڈاج دے کر نکل گیا ہے“



بلیک زیدو نے کہا۔  
 "میرا تو دل کہہ رہا ہے کہ جولیا اور اس کے سارے ساتھیوں کو سخت سی سزا دی جائے۔ آج انہوں نے ایسی حماقت کا مظاہرہ کیا ہے کہ انا ٹی سی سے انا ٹی سی ایجنٹ بھی ایسا نہیں کرتے۔" — عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا ہو عمران صاحب۔" — بلیک زیدو عمران کا سرد لہجہ سن کر ہی سہم گیا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ عمران کو بہت کم غصہ آتا ہے۔ لیکن جب آتا ہے تو پھر کسی نہ کسی کی شامت مقرر بن جاتی ہے۔ اور جب عمران نے بعد میں حملے کی تفصیل بتائی تو بلیک زیدو سمجھ گیا کہ واقعی جولیا اور اس کے ساتھیوں سے حماقت ہوئی ہے۔ اگر عمران پہلے سے ہوشیار نہ ہوتا تو اس کے فلیٹ کی اینٹ سے اینٹ بچ چکی ہوتی۔ اور مظاہرہ ایسی صورت میں اندر موجود عمران اور سلیمان کی لاشوں کے بھی ٹکڑے ہی ملتے۔

واقعی سر۔۔۔ ان لوگوں سے حماقت ہوئی ہے۔ لیکن جناب دراصل مجرموں نے خاصی ہوشیاری سے کام لیا ہے۔  
 بلیک زیدو نے جولیا اور اس کے ساتھیوں کو سزا سے بچانے کی گنجائش نکالنے کے لئے کہا۔

"تو کیا ساری ہوشیاری ہمارے کھاتوں میں ہی منتقل ہو چکی ہے اور باقی سب لوگ احمق ہیں۔" — عمران ابھی تک غصے میں تھا۔ اب ظاہر ہے بلیک زیدو کیا جواب دیتا۔ خاموش ہو رہا۔  
 "اب جولیا کہاں ہے۔" — عمران نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"سر میں نے اُسے کہہ دیا ہے کہ وہ سب اپنے اپنے فلیٹوں میں چلے جائیں۔" — بلیک زیدو نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے ان سب کو دس پندرہ روز یا گل خانے کے خطرناک پانگلوں کے درمیان رکھا جائے۔ تاکہ انہیں صحیح معنوں میں احساس ہو سکے کہ عقل کسے کہتے ہیں۔ صرف سیکورٹ سروس میں شامل ہو جانے سے عقل نہیں آ جاتی۔" — عمران نے اُسی طرح سرد لہجے میں کہا اور بلیک زیدو ایسی خوف ناک سزا کا تصور کر کے ہی کانپ اٹھا۔

"عمران صاحب۔۔۔ واقعی ممبروں سے غلطی ہو گئی ہے۔ لیکن آج میری سفارش پر انہیں اس بار معاف کر دیجیے۔ میں انہیں خود ایسی جھاڑ پلا دوں گا کہ آئندہ وہ ایسی حماقت نہ کریں گے۔" بلیک زیدو نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"لیکن جھاڑ میں تو کانٹے ہوتے ہیں۔ اُسے ہلاتے ہوئے کہیں کانٹے حلق میں پھنس گئے تو۔" — عمران نے یک لخت مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیدو نے عمران کا موڈ بدلتے ہی اطمینان کا طویل سانس لیا۔ اس کا مطلب تھا کہ اس کی درخواست قبول کر لی گئی ہے۔ اور ممبران کو دی جانے والی خوفناک سزا معطل ہو چکی ہے۔

"شکریہ عمران صاحب۔ آپ نے میری درخواست مان لی ورنہ بے چارے ممبروں کا تو حشر ہو جاتا۔" — بلیک زیدو نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اور اگر وہ بارگہ مجھے پہلے فون کرنے کی حماقت نہ کرتا تو پھر میرے فلیٹ میں اور سلیمان کا جو حشر ہوتا۔ یہ تو ایک بلو فائر کرنے والے کے پیچھے بھاگ لئے تھے۔“ عمران نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زیرو نے صرف سر ملانے پر ہی اکتفا کیا۔ وہ کوئی بات کہہ کے عمران کو دوبارہ غصہ نہ دلانا چاہتا تھا۔

”اچھا اب تک حملہ کرنے والے یقیناً اپنی جگہ واپس پہنچ چکے ہوں گے۔ یہ لنک فائر لے جاؤ اور ان کی کار کی لوکیشن چیک کر لاؤ“ عمران نے وہ کھوئے نما رویو اور بلیک زیرو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زیرو اٹھ کر مشین روم کی طرف بڑھ گیا۔ عمران خاموش بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد بلیک زیرو واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ کی چٹ تھی۔ اس نے وہ چٹ عمران کی طرف بڑھا دی۔

”سورج کنڈ کالونی کو بھی نمبر بند رہ۔“ عمران نے چٹ پر کمپیوٹر کی طرف سے لکھا ہوا پتہ پڑھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے ٹیلی فون کارڈ سیرا اٹھایا اور نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

”یس جولیا سپیکنگ اور۔“ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

”جو آدمی تم لوگوں کو ڈاج دے گیا تھا۔ اُسے تم نے کہاں کھویا تھا“ عمران نے ایک ٹوکالفظ کہہ کر سخت لہجے میں پوچھا۔

”سنٹرل گودام کے قریب جناب۔ ہم سیدھے نکل گئے تھے لیکن میرا خیال ہے۔ وہ گودام کی سائیڈ روڈ سے نکل گیا تھا بعد میں

ہم نے اُسے ادھر بھی بہت تلاش کیا لیکن وہ کہیں نظر نہ آیا“ جولیا نے جواب دیا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ وہ سنٹرل گودام کی سائیڈ سے نکل کر سیدھا سورج کنڈ ایریے میں داخل ہو گیا ہوگا۔

”تم نے سورج کنڈ کالونی میں بھی چیکنگ کی تھی۔“ عمران نے پوچھا۔

”یس۔ ہم اس کے ایک چوک پر پہنچ گئے تھے اور پھر واپس چلے آئے۔“ جولیا نے جواب دیا۔

”جب عمران کے فلیٹ پر اس کار سے فائر کیا گیا تو سیکرٹ سروس کے تمام ممبران کس کے کہنے پر اس کار کے پیچھے چل پڑے تھے“ عمران کا لہجہ سرد ہو گیا۔

”سر میرے کہنے پر۔“ سر آپ نے ہی تو حکم دیا تھا کہ ہم نے صرف ٹکرائی کرنی ہے۔“ جولیا نے کچھ نہ سمجھنے والے لہجے میں کہا۔

”تو تمہارا کیا خیال تھا کہ صرف بلو فائر کہہ کے مجرم عمران کے ساتھ مذاق کرنے آئے تھے۔ تم سب احمقوں کی طرح ایک آدمی کے پیچھے چلے جانے کے بعد مجرموں نے عمران کے فلیٹ پر اسٹوں کی بارش کر دی اور اطمینان سے چلے گئے۔“ عمران نے کہا

”اوہ۔ اوہ۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔“ جولیا نے بری طرح سمجھ ہوئے لہجے میں کہا۔ لیکن اس سے فقرہ مکمل نہ ہو سکا تھا۔

”کیا لیکن۔“ کیا سیکرٹ سروس اب احمقوں کا ٹولہ بن کر رہ گیا ہے کہ مجرموں نے ذرا سی عقلمندی دکھائی اور اطمینان سے اپنا

کام کر گئے اس نے نگرانی کی چیکنگ کے لئے پہلے ہی ایک آدمی کو بلو فائر کرنے بھیجا اور تم سب اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔ کیا بلو فائر سے عمران کا فلیٹ تباہ ہو سکتا تھا۔ تم میں سے ایک اس کے پیچھے چلا جاتا اور بس۔ عمران کا اہجہ ضرورت سے زیادہ ہی سرد ہو گیا تھا۔

ادھر بلیک زیرو بیٹھا سوچ رہا تھا کہ عمران کو دوبارہ غصہ آتا جا رہا ہے۔ اس لئے کہیں وہ پھر سزا پر عمل درآمد کا فیصلہ نہ کر بیٹھے۔ ”سوری سر۔ دیمی سوری سر۔ آئندہ ایسی حماقت نہ ہو گی سر۔ اس بار معافی دے دیں۔ واقعی مجھ سے حماقت ہو گئی تھی سر۔“ جو لیا نے رو دینے والے ہجے میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

”مہاراجی اس حماقت کا نتیجہ عمران کی صریحاً موت کے طور پر نکلنا تھا۔ اگر وہ پہلے سے اپنے فلیٹ کے گرد حفاظتی انتظامات نہ کر لیتا۔ اور نہ صرف اس نے حفاظتی انتظامات کر کے اپنی جان اور اپنا فلیٹ بچا لیا بلکہ جو کارم لوگ کھو بیٹھے تھے اس کا پتہ بھی اس نے چلا لیا۔ اب بولو۔ ایسا نہ کہ لوں کہ عمران کو سیکرٹ سروس میں شامل کر کے تم سب کی چھٹی کمرادوں۔ اب تم شاید ذہنی طور پر تھک چکے ہو۔ اور تھکے ہوئے لوگوں کی آخری آرام گاہ قبرستان ہی ہو سکتی ہے۔“

عمران نے اس قدر سخت ہجے میں کہا کہ دوسری طرف سے جو لیا کی آواز بڑی طرح کانپ گئی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے رو پڑے گی۔

”سس۔ سر۔ ہم۔ ہم۔“ نے معافی مانگی ہے۔ آپ مجھے جو سزا دے دیں لیکن باقی ممبروں نے تو میرے حکم کی تعمیل کی تھی سر۔“ جو لیا نے بڑی طرح گھبراتے ہوئے ہجے میں کہا۔ ”سنو میں نے تم سب کو عبرت ناک سزا دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

لیکن عمران کی سفارش پر میں نے تمہیں معافی دے دی ہے۔ آخری بار۔ اس کے بعد اگر تم نے آئندہ ایسی حماقت کی تو پھر کسی معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ اب تم اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر سورج کنڈ کا لوٹی کی کوٹھی نمبر نمبرہ کی نگرانی کرو۔ نگرانی انتہائی احتیاط سے کرنی ہے۔ عمران کو میں دیاں بھیج رہا ہوں۔ وہ دیاں پہنچ کر صورت حال کے مطابق جیسا اقدام کرے تم نے اس پر عمل کرنا ہے۔“ عمران نے کہا اور ایک جھٹکے سے سیور رکھ دیا۔

”میرے خیال میں اتنا ہی کافی ہے۔“ عمران نے سیور رکھ کر بلیک زیرو کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ”میں تو سوچ رہا تھا کہ آپ انہیں سزا سنا دیں گے۔ جس طرح آپ کا انداز تھا۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”ارے نہیں۔ تم جیسے بڑے آفیسر کی سفارش کے بعد میری کیا مجال تھی کہ میں انہیں سزا سنا تاں۔ البتہ میں نے مہاراجی جگہ خود جو لیا سے بات کر لی تاکہ کہیں تم سے اتنی سخت زبان استعمال نہ کی جاسکے۔ اور تم اس کا دل نہ توڑنا چاہو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور

بلیک زیرو دہنسن بڑا۔ عمران کی بات وہ سمجھ گیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے اس کا کیا جواب دیتا۔ اس لئے دہنسن کے خاموش ہو گیا۔



”تم ایسا کرو۔ صفر کو کال کر کے اُسے بھی دیں پہنچنے کا کہہ دو۔  
میں آج رات ہی اس ڈرامے کا ڈرامپ سین کرنا چاہتا ہوں“  
عمران نے کسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زیدو نے سر  
ہلا دیا۔



”آخر اس قدر راکٹوں کے باوجود اس کے فلیٹ کا کیوں  
کچھ نہ بگڑا“۔ بارکر نے میز پر مٹہ مارتے ہوئے جھنجلا کر کہا۔  
”باس اس نے یقیناً کوئی جدید ترین سائنسی انتظام کر رکھا تھا“  
ٹونی نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ ٹونی اپنے تعاقب کنندوں سے پیچھا  
چھڑا کر ان سے پہلے یہاں پہنچ چکا تھا۔ اور جب بارکر نے واپس  
آکر اُسے بتایا کہ راکٹوں کی بارش کے باوجود کوئی راکٹ بھی فلیٹ  
تک نہ پہنچ سکا۔ تو ٹونی بھی بے حد حیران ہوا تھا۔ اور پھر اس سے  
پہلے کہ بارکر ٹونی کی کسی بات کا جواب دیتا دروازہ کھلا اور ایک آدمی

اندرا داخل ہوا۔

”کیا بات ہے رابرٹ“۔ بارکر نے اُسے یوں اچانک اور  
بغیر اجازت اندر آتے دیکھ کر بُری طرح چونک کر پوچھا۔  
”باس۔ ہماری کارپوریشن فائرموجود ہے“۔ رابرٹ

نے سر دھجے میں کہا۔

”لنک فائرم کیا مطلب کیسے موجود ہے“۔ بارکر

اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

جناب میرا پورا ورکار میں گم کیا تھا میں اُسے ڈھونڈنے گیا تو جیسے  
ہی میں نے گیراج کھولا میں چونک پڑا۔ لنک فائرم جو کہ کار کے اگلے  
بمپر سے چپکا ہوا تھا اس سے نابینائی رنگ کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔  
آپ تو جانتے ہیں کہ یہ میرا خصوصی فیلڈ ہے۔ چنانچہ میں اسے  
دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ لنک فائرم ہے۔ اور نابینائی شعاعوں کا مطلب  
ہے کہ اس وقت لنک فائرم پر زیدو۔۔۔ ریز فائرم کے اس جگہ کی  
لوکیشن چیک کی جا رہی ہے میرے دیکھتے ہی دیکھتے نابینائی شعاعیں ختم  
ہو گئیں اور گیراج میں تاریکی چھا گئی۔ اس کا مطلب ہے لوکیشن چیک  
کر لی گئی ہے“۔ رابرٹ نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ یہ تو تم نے عجیب خبر سنائی ہے۔ لیکن یہ فائرم کس  
وقت کیا گیا ہے۔ ہمارا تو تعاقب بھی نہیں کیا گیا۔ اور پھر تم کہہ رہے  
ہو کہ سامنے والے بمپر پر لنک فائرم موجود ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے“  
بارکر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”باس۔ فوری طور پر میرے ذہن میں بھی یہی سوال ابھرا تھا۔ اور

میں نے اس کا حل تلاش کر لیا ہے۔ میں ڈرائیونگ سیٹ پر تھا۔ میں نے آپ کی سفید کار سے کچھ فاصلے پر گلی کے سرے پر ایک کار کھڑی دیکھی تھی۔ جو اندھیرے کا جزو تھی۔ میں نے آپ کی کار جانے کے بعد اس کار کی کھڑکی کے قریب ایک لمحے کے لئے چمک دیکھی تھی۔ لیکن اس وقت میرے ذہن میں یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ لنک فائر کی چمک ہو سکتی ہے۔ اس لئے بھی کہ میں اس ملک کو انتہائی پس ماندہ سمجھتا ہوں۔ اس لئے یہاں لنک فائر جیسی جدید ترین ٹیکنالوجی کے استعمال کا تو تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اب یہ بات یقینی ہو چکی ہے کہ میں اتفاقاً بند گیراج میں عین اس وقت نہ پہنچتا جب لنک فائر سے کوکیشن چمک ہو رہی تھی تو ہمیں کبھی اس سلسلے کا پتہ نہ چلتا۔

رابرٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔  
”اودہ اس کا مطلب ہے یہ کوٹھی ان کی نظروں میں آگئی ہوگی۔ ہمیں فوری طور پر اسے خالی کرنا ہوگا۔ وہ کسی بھی وقت اس پر ریڈ کر سکتے ہیں۔“ ٹوٹی نے کہا۔

”ہاں خالی تو کرنا ہوگا۔ لیکن ہم اسے ان کے لئے چوہے دان بنا کر ان کی چال ان پر ہی بلیٹ سکتے ہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔“ رابرٹ نے سر ملاتے ہوئے کہا اور پھر وہ اٹھ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکلا اور تقریباً دوڑتا ہوا رابدرامی کمرے کے ایک دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کمرے کی الماری سے اس نے ایک چھوٹی سی صندوقچی اکٹائی۔ اور اُسے کھول کر اس میں سے ایک ایریل سنکال کر اونچا کیا۔ اور پھر مشین کے مختلف بٹن دبا دیئے۔ مشین میں

سے بالکل مدھم سی گونج نکلنے لگی۔ اس صندوقچی کو اکٹھائے بار کر جلدی سے واپس پٹیا اور اس نے صندوقچی باہر برآمدے میں لاکر برآمدے کے اوپر بنے ہوئے بڑے بڑے خالوں میں سے ایک پر رکھ دی۔ اب اس صندوقچی کو جب تک اوپر چڑھ کر خاص طور پر چمک نہ کیا جاتا دیکھا نہ جاسکتا تھا۔

رابرٹ ایک بار پھر تیزی سے اپنے دفتر میں گیا اور مین کی دروازے سے اس نے ایک چھوٹا سا آلہ نکال کر جیب میں ڈالا اور باہر آ گیا۔  
”آؤ اب نکل جلیں۔“ رابرٹ نے کہا اور پھر وہ انہیں لئے ہوئے عقبی طرف بڑھ گیا۔ عقبی دروازہ کھول کر وہ باہر چھوٹی گلی میں آ گئے۔

”رابرٹ تم اندر سے دروازہ بند کر کے دیوار بھانڈ کر آ جاؤ۔ جلدی کرو۔“ رابرٹ نے رابرٹ سے کہا اور رابرٹ نے حکم کی تعمیل کی۔ گلی سنسان پڑی ہوئی تھی۔ وہ ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے چکر کاٹ کر دوبارہ سڑک پر آئے اور سڑک کمرے کے سامنے والی کوٹھیوں کی سائڈ میں سے ہوتے ہوئے ان کی عقبی گلی میں پہنچ گئے۔ ایک کوٹھی کے عقبی دروازے پر پہنچ کر رابرٹ رک گیا۔  
”یہ کوٹھی بھی میں نے امیر جنسی کے لئے حاصل کر رکھی ہے۔ اس کا فرنٹ اور بہادری پہلی کوٹھی کا فرنٹ آٹھ سائمن ہے۔ صرف درمیان میں سڑک ہے۔ رابرٹ چلو اندر کو دروازہ کھولو۔“  
رابرٹ نے کہا۔ اور رابرٹ چھوٹی سی دیوار کو آسانی سے کود کر اندر داخل ہو گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ اندر سے کھلا اور وہ سب اس کوٹھی میں داخل ہو گئے۔ رابرٹ کے کہنے پر دروازہ بند کر دیا گیا۔

اور پھر وہ سامنے کے رخ آکر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر ایک ایسے کمرے میں پہنچ گئے جہاں سے سامنے والی کوٹھی اور اس کا اندرونی سامنے والا حصہ صاف نظر آ رہا تھا۔

”اس کے سچلے کمرے میں راکٹ گنیں موجود ہیں وہ لے کر بھاگ کر کی سائیڈ میں چھپ جاؤ۔ اول تو تمہارے حملے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔ لیکن اگر ضرورت پڑی تو میرے اشارے پر تم نے بھاگنے سے نکل کر سامنے والی کوٹھی میں داخل ہو جانا اور جو نظر آئے اڈا دینا۔“ بارکر نے اپنے پانچ ساتھیوں کو ہدایات دیتے ہوئے کہا اور خود وہ ٹوٹی کے ساتھ کھڑکیوں کے سامنے کرسیاں رکھ کر اس طرح بیٹھ گئے کہ نہ صرف سڑک بلکہ کوٹھی کا اندرونی حصہ لان اور برآمدہ تک صاف نظر آ رہے تھے۔ اس نے دفتر کی میز کی دراز سے اٹھایا ہوا ریویو کمنٹرولر ہنڈ آلہ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ جس کمرے میں وہ موجود تھا وہاں چونکہ اندھیرا تھا۔ اس لئے ان کا باہر سے نظر آنا محال تھا۔

ابھی انہیں دہاں بیٹھے دس منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ چار کاہن کوٹھی سے ذرا فاصلے پر آکر رک گئیں۔ اور پھر ان میں سے کئی افراد نکل کر کوٹھی کے گمردھیل گئے۔ ان میں سے ایک غیر ملکی عورت بھی تھی۔ بارکر کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ ابھر آئی۔

”باس۔ یہ لوگ نشانے پر تو ہیں۔“ ٹوٹی نے کہا۔  
”نہیں ابھی اصل شکار نہیں آیا۔ میرا خیال ہے وہ کوٹھی کے اندر داخل ہو گا۔“ بارکر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ اور ٹوٹی سر

ہلا کر رہ گیا۔

پھر تھوڑی دیر بعد ہی ایک سپورٹس کار وہاں آکر رکی اور اس میں سے جو نوجوان باہر نکلا تھا وہ بالکل عمران کے چلیے کے مطابق تھا۔ وہ غیر ملکی عورت جو ایک درخت کی ادٹ میں کھڑی تھی تیزی سے اس کے قریب گئی۔ اور وہ دونوں باتیں کرتے رہے۔ اتنی دیر میں ایک اور آدمی پیدل چلتا ہوا ان کے قریب پہنچا اور اُسے دیکھتے ہی بارکر چونک پڑا۔ اس آدمی کو وہ اچھی طرح پہچانتا تھا۔ پاورلینڈ کے مشن کے دوران اس آدمی نے اُسے نیچے گمراہ اس کی گمراہی توڑی تھی۔ اس کے دل میں انتقام کی لہر سی اٹھی۔

”ٹوٹی۔ یہ اس لمحے آدمی کو دیکھ رہے ہو جس نے براؤن رنگ کا سوٹ پہنا ہوا ہے۔“ بارکر نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں باس۔ اچھی طرح دیکھ رہا ہوں۔“ ٹوٹی نے جواب دیا۔  
”تم اپنی مشین گن تیار کر لو۔ اگر یہ آدمی اندر نہ جائے تو تم نے اس کا شکار کھینچنا ہے۔ اس کے جسم میں مشین گن کا پورا برسٹ اتار دینا۔

اس نے میری گمراہی توڑی تھی۔ اور اب میں اسے کسی صورت میں زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔“ بارکر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ باس ٹھیک ہے۔ پھر میں نیچے جاتا ہوں۔ ہو سکتا ہے۔ یہ باہر ہی رہے اور پھر فرار ہو جائے۔“ ٹوٹی نے کمرے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ٹھہرو یہ اندر جا رہا ہے۔ اب میں خود اس سے انتقام لوں گا۔“ بارکر نے کہا۔ اس وقت عورت واپس درخت کی ادٹ میں چلی گئی تھی۔



جب کہ عمران اور وہ آدمی سائیکل کی طرف بڑھ رہے تھے۔

”تو یہ عقب سے اندر داخل ہونا چاہتے ہیں“ — بارکر نے کہا۔

”ظاہر ہے باس سامنے تو لائٹیں جل رہی ہیں۔ سامنے کے رخ

وہ کیسے اندر داخل ہوں“ — ٹوٹی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ بارکر

خاموش ہو گیا۔ اب ظاہر ہے وہ یہاں سے عقبی طرف کا خیال تو نہ رکھ

سکتا تھا اور مشین اس نے برآمدے میں رکھی تھی۔ اُسے یہ خیال ہی نہ

آیا تھا کہ آنے والے عقب کی طرف سے داخل ہوں گے۔

لیکن ٹھوڑی دیر بعد وہ چونک پڑا۔ جب اس نے عمران اور اس

کے ساتھی کو چھت سے سیڑھیاں اتر کر برآمدے میں پہنچتے دیکھا۔

”باس وہ دونوں برآمدے میں آئے ہیں“ — ٹوٹی نے

تیز لہجے میں کہا۔

”میں دیکھ رہا ہوں“ — بارکر نے کہا۔ اُسی لمحے اس نے عمران

کے ساتھی کو تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھتے دیکھا۔ جب کہ عمران

اندکمروں میں غائب ہو چکا تھا۔ بارکر ہونٹ بھیچے خاموش بیٹھا رہا۔

عمران کے ساتھی نے پھاٹک کھولا اور پھر چند لمحوں بعد وہ عورت اور

اس کے دوسرے ساتھی بھی ایک ایک کمر کے کوٹھی کے اندر داخل ہو

گئے۔ — بارکر انہیں دیکھتا رہا۔ وہ سب کوٹھی کے اندر داخل ہو گئے

تھے۔ ابھی وہ برآمدے میں ہی پہنچے تھے کہ عمران اندر سے نکلتا نظر آیا۔

اور وہ سب برآمدے میں ہی رک کر باتیں کرنے لگے۔ بارکر نے جلدی

سے ہاتھ میں موجود آلے پر لگے ہوئے ایک بٹن کو پریس کر دیا۔

دوسرے لمحے ایک ہلکا سا دھماکہ سنا دیا۔ اور پورا برآمدہ

ایک لمحہ نیلے رنگ کے دھوئیں سے بھر گیا۔

”وہ مارا۔۔۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ کیسے بچتے ہیں“

بارکر نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

چند لمحوں بعد ہی دھواں چھٹ گیا۔ تو انہوں نے برآمدے میں سب

لوگوں کو مری ہوئی مکھیوں کی طرح ڈھیر ہوتے دیکھا۔ اور بارکر خوشی سے

چینٹا ہوا واپس پلٹ پڑا۔

”کوٹھی تو خالی محسوس ہو رہی ہے صفر۔ لیکن تباہیاں وغیرہ سب جل رہی ہیں“ — عمران نے چھت کے ذریعے سیڑھیاں اتر کر برآمدے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ وہ عقبی طرف سے کود کر اندر داخل ہوئے تھے اور پھر پانی کے پائپوں کے ذریعے چھت پر پہنچ گئے تھے۔

”لیکن وہ جا کہاں سکتے ہیں۔ ان کی کار بھی پورٹیکو میں موجود ہے اور پھاٹک بھی اندر سے بند ہے“ — صفر نے کہا۔

”شاید کسی تہہ خانے میں ہوں۔ تم باقی ساتھیوں کو بلا لاؤ ہو سکتا ہے۔ مقابلہ ہو جائے“ — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور صفر جلدی سے پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔ جب کہ عمران احتیاط سے راہداری میں سے ہوتا ہوا اندر کمردوں میں داخل ہوا۔ وہ ایک ایک کمرے کو بڑی احتیاط سے چیک کر رہا تھا۔ ہر چیز ویسے ہی موجود تھی۔ جیسے ابھی چند لمحے پہلے وہاں لوگ موجود ہوں۔ چونکہ عقبی دروازہ اور

سامنے والا پھاٹک دونوں اندر سے بند تھے۔ اور کمردوں میں موجود کسی بھی چیز کو نہ ہٹایا گیا تھا۔ اس لئے عمران کو یہ پختہ یقین ہو گیا تھا کہ جو لوگ بھی موجود تھے وہ کم از کم باہر نہیں گئے۔ اس لئے یقیناً وہ کسی تہہ خانے میں موجود ہوں گے۔ اس نے سوچا ہو سکتا ہے وہ لوگ کسی خاص میٹنگ میں یا کسی ایسے کام میں مصروف ہوں جس کے لئے تہہ خانے میں رہنا ضروری ہو۔ اب مسئلہ تھا تہہ خانے کو ڈھونڈنا۔ تو اس نے سوچا کہ سب ساتھیوں کو مختلف سپائس پر تعینات کر دینے کے بعد ہی تہہ خانے کو تلاش کیا جائے۔ کیونکہ تہہ خانہ تلاش کرنے کے دوران کسی بھی جگہ سے وہ لوگ اچانک نمودار ہو سکتے تھے۔ چنانچہ وہ مرکز پر آمدے میں آیا تو اس کے ساتھی بھی برآمدے میں پہنچ چکے تھے۔

”میرا خیال ہے۔ یہاں موجود لوگ تہہ خانے میں ہیں۔ اس لئے تم سب ایسی سائیڈول میں چھپ جاؤ کہ کسی بھی جگہ سے اگر اچانک وہ لوگ نکل آئیں تو انہیں آسانی سے کوڑ کیا جاسکے“ — عمران نے برآمدے میں ہی رک کر انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”وہ جگہیں آپ بتا دیں عمران صاحب“ — صفر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر عمران نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ انہیں اپنے سروں پر دھماکہ سا محسوس ہوا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سمجھتے پورا برآمدہ ایک لمختہ گہرے نیلے رنگ کے دھوئیں سے بھر گیا۔ عمران نے ایک لمحے کے برابر دین جھٹے میں صورت حال کا احساس کر کے فوری طور پر اپنا سانس روک لیا۔ لیکن جب اس کے باقی ساتھی مری ہوئی مکھیوں

کی طرح فرش پر ڈھیر ہو گئے تو وہ خود بھی اس طرح نیچے گر گیا جیسے وہ بھی اس نیلے رنگ کے دھوپیں کا شکار ہو گیا ہو۔ وہ اس دھوپیں والی گیس کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ یہ ٹائٹم گیس تھی۔ انتہائی زرد دائرہ اور قوی طور پر بے ہوشی کر دینے والی۔ اور اس کا شکار سوائے انٹی ٹائٹم کے انجکشن کے کسی صورت میں ہوش میں نہ آسکتا تھا۔ عمران کے ذہن پر بھی باوجود سانس روکنے کے گیس نے یلغار کرنے کی کوشش کی لیکن عمران کی قوت ارادی کے مقابل اس کا حملہ انتہائی کمزور تھا۔ اس لئے عمران کا ذہن بہر حال بیدار رہا۔ برآمدہ چونکہ سامنے سے کھلا ہوا تھا اس لئے گیس زیادہ دیر برآمدے میں نہ رہ سکی اور جلد ہی دھواں چھٹ گیا۔ لیکن عمران خاموش پڑا رہا۔ البتہ اس نے آدمی آنکھیں کھول رکھی تھیں۔ اور اس کے اعصاب پوری طرح چوکنا تھے۔ لیکن وہ بے ہوشی کے سے انداز میں پڑا اس لئے تھا کہ جس کسی نے بھی یہ حال ان کے خلاف پھیلایا ہے وہ خود اب عمران کی اس فرضی بے ہوشی کے حال میں پھنس کر سہمٹے آنے پر مجبور ہو جائے۔ ویسے عمران دل ہی دل میں مجرموں کی ذمہ داری پر حیران ہوا تھا کہ نہ صرف انہیں ان کی آمد کا پتہ چل گیا بلکہ انہوں نے بڑی ذہانت سے ان کے خلاف جال بھی بن دیا۔ چاہے وہ کسی تہہ خانے میں ہیں یا پھر کسی طرح کوٹھی سے باہر۔ کیونکہ ٹائٹم گیس بلورے عین اس وقت پھٹے جن وقت وہ سب برآمدے میں موجود تھے کا مطلب یہی تھا کہ اس بلورے کو دور سے کنٹرول کیا جا رہا ہے۔ اور ظاہر ہے جو کوئی بھی اسے کنٹرول کر رہا ہے وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو کسی سکرین پر یاد دیکھ بھی رہا ہے۔ اب یہی سوچا جاسکتا تھا کہ لنک فائر کارا

کسی طرح کھل گیا۔ اس لئے ان کے خلاف یہ جال تیار کیا گیا ہے۔ چند ہی لمحوں بعد اس نے بائیں کو پھٹا پھٹ کی کھلی کھڑکی سے دوڑ کر اندر داخل ہوتے دیکھا۔ اس کے پیچھے وہی آدمی تھا جس نے سفید رنگ کی کار میں سے عمران کے فلیٹ پر بلو فائر کیا تھا۔ اور پھر پانچ اور افراد اندر داخل ہوئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں اور وہ سب دوڑتے ہوئے برآمدے میں آئے۔ عمران نے آدھ کھلی آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن ہاتھ میں کپڑے ہوئے ریلو اور پر اس کی گرفت مضبوط تھی۔

"باس گولی مار دیں ان سب کو"۔ ایک اشتیاق سے پُر آواز سنائی دی۔

"مار دیں گے ٹوٹی۔ اب یہ کہاں جا سکتے ہیں۔ میں ذرا اس اہق سے دو باتیں کر لوں۔ جس کے متعلق باس ہنری نے تعریفوں کے پیل باندھ دیئے تھے۔ پھر میں نے اس کی گردن بھی اتار دی ہے۔ تاکہ بطور ثبوت ساتھ لے جاسکوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ میک اپ میں ہو اصل نہ ہو۔ ہمیں ہر لحاظ سے محتاط رہنا ہوگا"۔ دوسری آواز نے بڑے پُرمسرت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔ چیکنگ اچھی چیز ہے"۔ پہلی آواز نے کہا۔

"ان سب کو اکٹھا کر بڑے کمرے میں لے چلو"۔ باس کی آواز سنائی دی۔

اور پھر ایک آدمی نے جھک کر عمران کو کپینچ کر ایک جھٹکے سے اپنے



کاندھے پر ڈالا اور عمران تھوڑی دیر بعد ایک بڑے کمرے میں پہنچ گیا۔  
یہاں کمرے میں بیٹھ کر انہیں بٹھا دیا گیا۔

”اس عمران کے ہاتھ باندھ دو۔ میں صرف اسی کو ہوش میں لاؤں گا۔“ — باس نے کہا۔

اور چند لمحوں بعد عمران کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر کمرے کے باندھ دیئے گئے۔ عمران نے اس کی گرفت محسوس کر لی۔

”پہلے اس کا میک اپ چیک کر دو۔ بعد میں اسے انٹی ٹائٹم انجکشن لگانا۔“ — باس نے کہا۔

”باس میک اپ دانت میں پانی بھی ساتھ استعمال ہو گا۔ پانی گنے کی صورت میں انٹی ٹائٹم انجکشن کی ضرورت نہ رہے گی۔ پانی بذات خود انٹی ٹائٹم کا کام کرتا ہے۔“ — ایک آواز سنائی دی۔

”اوہ اچھا۔ بہر حال یہ ہتھارسی مخصوص فیلڈ ہے۔ میرا تو یہی خیال تھا کہ انٹی ٹائٹم کے بغیر یہ ہوش میں نہیں آسکے گا۔“ — باس کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

”نہیں باس۔ آپ جانتے تو ہیں اس میدان میں نئے تجربات کلمچے جنون ہے۔ اور یہ بھی میرا ذاتی تجربہ ہے۔“ — اُسی آواز نے کہا۔

”گڈ۔“ — چلو انجکشن پیچ گیا۔ جلدی کمرہ۔“ — باس نے کہا۔ اور پھر چند لمحوں بعد عمران کے چہرے پر ایک کینٹوپ سا چڑھا دیا گیا۔ اور پھر عمران کو اپنے چہرے پر پانی اور کسی کیمیکل کے مخلول کی پھواری پڑتی محسوس ہوئی۔ ایسے جیسے بار بار شیشو بنانے سے پہلے پانی کی پھواری

چہرے پر مارتا ہے۔ اور عمران نے اپنے جسم کو حرکت دینی شروع کر دی۔ ورنہ اُسے خطرہ تھا کہ اگر واقعی انٹی ٹائٹم انجکشن اُسے لگا دیا گیا۔ تو چونکہ ٹائٹم گیس کا اس پر اثر نہ تھا۔ اس لئے انٹی ٹائٹم دسی ایکشن کمرے کے ٹائٹم بن جانے کا۔ اور وہ واقعی بے ہوش ہو جانے کا۔ اس سے پہلے تو اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ انجکشن لگنے سے پہلے خود ہی ہوش میں آجائے گا پھر بعد میں جو بہانہ بھی بتا رہتا۔ لیکن اب اُسے جواز مل گیا تھا اور ساتھ ہی ایک قیمتی تجربہ بھی۔ کہ پانی بھی انٹی ٹائٹم کا کام کرتا ہے اُسے خود اس بات کا علم نہ تھا۔ بہر حال یہ اس کے لئے ایک قیمتی اطلاع تھی۔

”یہ ہوش میں آ رہا ہے۔“ — باس کی آواز سنائی دی۔ اور اُسی لمحے کینٹوپ اس کے چہرے سے ہٹا لیا گیا۔ اور عمران نے ہوش میں آنے کی اداکاری تیز کر دی۔ لیکن ابھی اس نے اپنی آنکھیں نہ کھولی تھیں۔ وہ اس سے پہلے اپنے آپ کو پوری طرح ہوش میں ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا جب تک اس کے ناخنوں میں لگے ہوئے بلیڈ کلائیوں پر بندھی ہوئی دسی کو کاٹ لینے میں نہ کامیاب ہو جائیں۔ اس کی انگلیاں غیر محسوس طریقے پر کام میں مصروف تھیں۔ اندازہ ایسا تھا جیسے اس کا جسم بیہوشی کے خلاف جدوجہد کر رہا ہو۔ اس لئے کسی کو بلیڈوں کی حرکت کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا۔ ان سب کی توجہ یقیناً اُس کے ہوش میں آنے کی طرف تھی۔ جب عمران کو احساس ہو گیا کہ دسی اتنی کٹ چکی ہے کہ اب وہ ایک جھٹکے سے جب چاہے باقی ماندہ دسی کو توڑ سکتا ہے۔ تو عمران نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے سامنے وہی چھ افراد موجود تھے۔ بار بار اور اس کا بلو فائر والا سا کتھی بالکل سناٹے میں موجود تھے جب کہ باقی پانچ

افراد دیوار کے ساتھ لگے کھڑے تھے۔ ششیں گئیں ان کے ہاتھوں میں تو موجود تھیں لیکن ان کے جسم ڈھیلے تھے۔ ظاہر ہے بے ہوش اور بندھے ہوئے آدمیوں سے انہیں فوری طور پر کوئی خطرہ نہ تھا۔

”تو تمہیں پوش آگیا مسٹر علی عمران“ — بارکر نے دو قدم آگے بڑھاتے ہوئے بڑے طنز پر بولے ہیں کہا۔

عمران چند لمحے خاموشی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ جیسے اسے ماحول کا یقین نہ آ رہا ہو۔ ایسا وہ صرف بے ہوشی کی اداکاری کو مکمل کرنے کے لئے کر رہا تھا۔

”اوہ — یہ ہم کہاں پہنچ گئے ہیں“ — عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تم نے لنک فائر سے اس کوٹھی کا پتہ چلا لیا تھا۔ لیکن تم نہیں جانتے تھے کہ تمہارا مقابلہ بارکر سے ہے۔ اس بارکر سے جس کا نام لے کر آج بھی پوری دنیا کے سیکرٹ ایجنٹ احترام سے آنکھیں جھکا لیتے ہیں“ — بارکر نے بڑے فخر پر انداز میں کہا۔

”اوہ تو تم سیکرٹ ایجنٹوں کے پیر ہو۔ بہت خوب پیر آف ورلڈ سیکرٹ ایجنٹس واہ — لیکن پیر صاحب۔ ہمارے ملک میں پیر کو بارش یعنی داڑھی والا ہونا لازمی ہے۔ لیکن تم تو خفیہ والوں کے پیر ہو۔ اس لئے شاید تمہاری داڑھی بھی خفیہ ہوگی۔ پیٹ کے اندر تو انہیں عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”سنو — تم نے پاور لینڈ کے منہ آکر زندگی کی سب سے بڑی حماقت کی ہے۔ تم فن لینڈ سے تو بچ کر آ گئے۔ لیکن تم نہیں

جانتے تھے کہ پاور لینڈ تمہارا پیچھا جہنم میں بھی نہ چھوڑے گی۔ اور دیکھو میں نے تمہیں کس طرح بے بس کر لیا۔ اب میں تمہاری گردن کاٹ کر لپٹے ہمراہ لے جاؤں گا“ — بارکر نے کہا۔

”اچھا ویری گڈ — لیکن ایک شرط ہے۔ میرا سر لیڈی ایشلے کی خواب گاہ میں رکھ دینا۔ کم از کم میں پاور لینڈ کی چیزیں کی خواب گاہ میں کھیلے جانے والے کھیلوں کا چشم دید گواہ تو بن رہوں گا“

عمران نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ اور بارکر کا چہرہ یک لمخت آگ بن گیا۔ اُسے شاید اپنی لیڈی ایشلے کے ساتھ گزری ہوئی راتیں یاد آگئی تھیں۔

”تم پاور لینڈ کی چیزیں کی توہین کر رہے ہو۔ اور جانتے ہو اس کی کیا سزا ہے۔ میں چاہتا تو بے ہوشی کے دوران ہی تمہاری گردن کاٹ دیتا۔ لیکن باس ہنری نے تمہاری تعریفوں کے پلے باندھ دیئے تھے۔

اس لئے میں نے سوچا کہ تم سے دو باتیں کر لی جائیں۔ لیکن تم واقعی مکمل اور مجسم احمق ہو“ — بارکر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”جب پاور لینڈ واپس جانا تو باس ہنری کو میری طرف سے شکریہ ادا کر دینا۔ میں کوشش کروں گا کہ پاور لینڈ کی تباہی کے بعد ہنری سے کوئی نرم سلوک کروں“ — عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”ابھی تمہاری یہ فضول بولنے والی زبان بند ہو جائے گی۔ سمجھے“ — بارکر نے سچ کہہ کہا۔ اور پھر وہ ٹوٹی کی طرف مڑا۔

”ٹوٹی — اترالے آؤ۔ میں اپنے ہاتھ سے اس کا سر اس کے دھڑ سے علیحدہ کر دوں گا“ — بارکر نے مڑ کر ٹوٹی سے کہا اور ٹوٹی دروازے کی طرف مڑ گیا۔



”پہلے میری شیو بنادینا تاکہ سب کو پتہ چل جائے کہ پادور لیٹنے کسی ایجنٹ کی بجائے پاکیشیا میں کوئی نائی بھیجا تھا۔“ عمران نے منہ نہاتے ہوئے کہا۔ اور اس کی توقع کے عین مطابق بارگر غصے سے پاگل ہو کر تھپڑ مارنے کے لئے اس کی طرف بڑھا۔ اُسی لمحے عمران نے ایسی کلائیوں کو جھٹکا دیا اور ساتھ ہی تیزی سے نیچے کی طرف جھکا اور اُسے پوری قوت سے تھپڑ مارنے کی کوشش کرتا ہوا بارگر وار خالی جانے کی وجہ سے خود بخود گھوما۔ اور دوسرے لمحے عمران نے بجلی کی سی تیزی سے اُسے پوری قوت سے ان پانچ مسلح افراد پر اچھال دیا۔ بارگر بڑی طرح چیخا ہوا پانچوں مسلح افراد سے جا ٹکرایا جو دروازے کے پاس اکٹھے ہی کھڑے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی عمران پوری قوت سے چھلانگ لگا کر دروازے تک پہنچا اور اس کے ساتھ ہی اس کی لات پوری قوت سے بارگر کے پہلو پر پڑی۔ بارگر جو تیزی سے اٹھ رہا تھا ایک بار پھر کتے کے پلے کی طرح چیخا ہوا دروازے کے پیٹ سے ٹکرا کر نیچے گر گیا۔ عمران ضرب لگا کر ہاتھوں کے بل قلابازی کھا گیا۔ اور اس کی اس قلابازی نے حقیقت اس کی جان بچائی۔ اور نیچے گرے ہوئے ایک آدمی کی مشین گن سے نکلنے والی گولیوں کی بوچھاڑ اس کے سر سے اور فرش کے درمیان خلا سے نکلتی چلی گئی۔ قلابازی کھاتے ہوئے عمران کی دونوں لاتیں پوری قوت سے اس آدمی کے سر پر پڑیں اور اس کے ساتھ ہی عمران تیزی سے اچھلا۔ اور اس کے ساتھ ہی موٹو تڑا ہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی انسانی چیخوں نے کمرے کو ہلا کر رکھ دیا۔ اُسی لمحے عمران تیزی سے گھوما اور پھر دوسرے راؤنڈ کے ساتھ ہی دروازے پر نمودار ہونے والا ٹوٹی چیخا ہوا اچھل کر باہر

جاگرا۔ اس کے سینے میں بجانے کتنی گولیاں مار پاگئی تھیں۔ اُسی لمحے عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے بازو سے انگارے سے ٹکرائے ہوں۔ اور عمران نے ایک لحظت سائیڈ میں چھلانگ لگائی اور نیچے گرے ہی اس کی مشین گن سے ایک بار پھر تڑا ہٹ گونجی اور اس پر فائر کرنے والا ایک مسلح آدمی لٹو کی طرح گھوم کر فرش پر گر گیا۔ اُسی لمحے عمران کو ایک سایہ سادروازے کی طرف لپکتا دکھائی دیا۔ عمران بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اس نے گولیوں کی بوچھاڑ دروازے پر کر دی۔ لیکن اُسے ایک لمحے کی دیر ہو گئی تھی۔ اور گولیاں دروازے کے پاٹوں اور بیرونی راہداری کی دیوار سے ٹکرائیں۔ اور اس کے ساتھ ہی بھگتے ہوئے قدموں کی آوازیں دوڑ جاتی سنائی دیں۔ عمران اچھل کر دروازے سے باہر نکلا جہاں ٹوٹی کی لاش پڑی تھی جس کے سینے سے خون نکل نکل کر تالاب کی صورت میں فرش پر جمع ہو گیا تھا۔ چھلانگ لگاتے ہوئے عمران کا پیر ٹھیک اس خون پر پڑا۔ اور پھر عمران نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی لیکن اس کا پیر الٹ ہی گیا اور وہ نہ صرف ایک دھماکے سے فرش پر گر گیا بلکہ کافی دور تک گھسٹا چلا گیا۔ اُسے اس طرح اچانک گرنے سے خاصی چوٹیں آئیں لیکن ظاہر ہے اس وقت عمران کو ان چوٹوں کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور باہر آمدے کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ اور جب وہ بہ آمدے میں پہنچا تو اس نے بارگر کو پچھاٹک سے باہر نکلے دیکھ لیا۔ عمران بجلی کی سی تیزی سے اس کے پیچھے لپکا۔ لیکن پھر پچھاٹک کے قریب پہنچ کر وہ رک گیا۔ ظاہر ہے اس طرح پاگلوں کی طرح دوڑنے کا اب کوئی فائدہ نہ تھا۔ بارگر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا



تھا۔ اور پھر اس کے ساتھی بے ہوش پڑے تھے۔ اور ہو سکتا تھا کہ بارگاہ کے اور ساتھی کہیں قریب موجود ہوں اور وہ پوری قوت سے ان پر ٹوٹ پڑیں۔ اس کے ساتھیوں کا ہوش میں آنا ضروری تھا۔ پانی والا نسخہ اُسے معلوم ہو چکا تھا ورنہ انٹی ٹائٹسم انجکشن ڈھونڈھنے میں تو ظاہر ہے بہت دیر بھی لگتی اور وقت بھی۔ اس لئے عمران برآمدے کے ساتھ ہی ایک نمبرے کے ہاتھ روم میں گھسا اور پھر اس نے دہاں موجود پلاسٹک کی بالٹی کو بڑے نل کے نیچے رکھ کر نل کھول دیا۔ چند لمحوں میں بالٹی آدھی سے زیادہ بھر گئی۔ عمران نے نل بند کیا اور بالٹی اٹھائے وہ اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر چند ہی لمحوں بعد وہ سب کے سب ہوش میں آچکے تھے۔

”جلدی کرو عمران ہونے کا وقت نہیں ہے۔ اصل مجرم نکل گیا ہے۔ وہ کسی بھی وقت دوبارہ حملہ کر سکتا ہے۔ مشین گنیں اٹھاؤ اور یہاں سے نکلنے کی کرو۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھیوں نے مردہ افراد کے قریب پڑیں مشین گنیں جھپٹ لیں۔

عمران انہیں لئے ہوئے تیزی سے عقبی طرف آیا۔ اور پھر عقبی دروازہ کھول کر پہلے عمران باہر نکلا اور اس کے بعد باقی ساتھی۔

”عمران صاحب۔ آپ نے اکیلے ہی ان سب کو مار گرایا ہے“ صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اکیلے۔۔۔ ارے ہاں میں اکیلا تھا۔ ادھ غصہ ہو گیا۔ میں تو سمجھا

تھا تم سب ساتھ ہو۔ باپ رہے۔ اتنے آدمی اور میں اکیلا“

عمران نے خوف زدہ ہونے کی ادا کا دی کہہ تے ہوئے کہا۔ اور سب

بے اختیار ہنس پڑے۔

”سب علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنی اپنی کارروائی میں پہنچو۔ اور سیدھے اپنے فلیٹس۔ لیکن نگرانی کا خیال رکھنا۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور خود بائیں طرف کی گلی مڑ گیا۔ جب کہ باقی ساتھی سیدھے آگے کی طرف دوڑتے گئے۔ انہوں نے چکر کاٹ کر سڑک پر جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

گھسا اور پھر درمیانی بابا باری میں دوڑتا ہوا ایک کمرے میں گھس گیا۔ اس نے دیوار میں لگی ہوئی ایک الماری کھولی اور اس میں سے ایک مٹی راکٹ پشتر نکالا اور پھر اسی انداز میں دوڑتا ہوا وہ سیڑھیوں کی طرف نپک گیا۔

”میں ان سب کے پیچھے اڑا دوں گا۔“ بارہ کر نے انتہائی غصیلے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر ایک ہی چھلانگ میں دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا وہ اوپر والی منزل پر پہنچ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک بابا پھر اسی کھڑکی کے سامنے تھا جس سے سامنے والی کوٹھی کا اندرونی حصہ صاف نظر آ رہا تھا۔ اس نے جلدی سے مٹی راکٹ پشتر سیدھا کیا اور اس کا رخ برآمدے کے اندرونی حصے کی طرف کر کے اس نے دانت بھینچتے ہوئے ٹرگمہ دبا دیا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ ٹیچر کی آواز سن کر بڑی طرح اچھل پڑا۔ یہ آواز بتا رہی تھی کہ ٹیچر خالی ہے۔

”ادہ دیمیری بیٹے۔ راکٹ تو لوڈ ہی نہیں کیا۔“ بارہ کر نے بڑی طرح جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور پھر تیزی سے واپس بھاگا۔ اس بار وہ آندھی اور طوفان کی طرح نیچے آیا اور اسی کمرے میں پہنچ کر اس نے دوبارہ الماری کھولی اور اس کے نچلے خانے میں سے ایک ڈبہ نکال کر اُسے کھولنا شروع کر دیا۔ لیکن مخصوص انداز میں پکینگ اب ظاہر ہے اتنی آسانی سے تو نہ کھل سکتی تھی۔ بہر حال بارہ کر حتی الامکان تیزی سے کام کرتا رہا۔ اور پھر کھوڑی سی جدوجہد کے بعد وہ پکینگ کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس میں پہلے رنگ کے چار مٹی راکٹ موجود تھے۔ جو سائز میں تو خالص چھوٹے تھے۔ لیکن بارہ کر جانتا تھا کہ ان میں خوف ناک

باز کر موقع ملتے ہی چھلانگ لگا کر کمرے سے نکلا۔ اور پھر بے ساختہ انداز میں دوڑتا ہوا لان کمرے کے پھاٹک کی کھلی کھڑکی سے باہر نکل آیا۔ اس وقت اس کا انداز ایسا تھا جیسے شکاری کتوں کے خوف سے گھرا یا ہوا خرگوش بھاگتا ہے۔ باہر آتے ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا سامنے والی کوٹھی کے گیٹ میں داخل ہوا۔ جس کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ یہ وہی کوٹھی تھی جس میں سے اس نے ٹائٹم گیس کا بیونر فائر کیا تھا۔ اور جہاں سے نکل کر وہ در اس کے ساتھ ہی کوٹھی میں داخل ہوئے تھے۔ کوٹھی کے اندر داخل ہوتے ہی وہ چند لمحے دیوار کے ساتھ کھڑا یا بیٹتا رہا۔ اس کا دماغ زلزلے کی زد میں تھا۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ موت کے عمیق گڑھے سے یک لخت باہر آ گیا ہو۔ اُسی لمحے اُسے اپنے ساتھیوں اور ٹوٹی کا خیال آیا تو اس کا ذہن کھول اٹھا۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا برآمدے میں

تباہی کا پورا سامان موجود تھا۔ ایک ہی منی راکٹ سے پوری کوٹھی فضا میں تنکوں کی طرح بکھیری جاسکتی تھی۔ اس نے جلدی سے ایک راکٹ پشتر میں لوڈ کیا۔ دوسرا اٹھا کہ حبیب میں ڈالا اور ایک بار پھر اُسی طرح آندھی اور طوفان کی طرح دوڑتا ہوا واپس اوپر والے کمرے میں پہنچ گیا کوٹھی کا لان ادھر برآمدہ خالی تھا۔

”اتنی دیر میں وہ نہیں نکل سکتے۔ ابھی وہ اپنے ساتھیوں کو ہوش میں لا رہا ہوگا۔ لیکن میں ان سب کو اڑا دوں گا۔“ بارکر نے دانت پیستے ہوئے پشتر کا رخ ایک بار پھر برآمدے کے اندر دنی حصے کی طرف کیا اور ٹرکمر دوادیا۔ اس کے جسم کو خاصا زور دیا جھٹکا لگا لیکن اس بار ٹرکمر کی آواز کی بجائے پہلے رنگ کا تباہ کن راکٹ گولی سے بھی زیادہ رفتار سے اڑتا ہوا سیدھا برآمدے کی اندرونی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اور دوسرے لمحے اس قدر خوف ناک دھماکہ ہوا کہ بارکر جس نے خود راکٹ فائر کیا تھا بے اختیار لٹکھڑکھڑا کر رہ گیا۔ جس کوٹھی میں وہ موجود تھا وہ بری طرح لرز گئی تھی اور سامنے سڑک پار کوٹھی کے واقعی فضا میں تنکے بکھر گئے تھے ہر طرف گرد اور ریت کے ذرات نے ماحول کو ڈھانپ لیا تھا۔

اور اس کے ساتھ ہی ہر طرف سے چخوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ راکٹ نے نہ صرف اس کوٹھی کو تباہ کر دیا تھا بلکہ فائیں بائیں ملحقہ کوٹھیاں بھی شدید متاثر ہوئی تھیں اور چخوں کی آوازیں انہی کوٹھیوں سے آرہی تھیں۔ تباہ ہونے والی کوٹھی کے بلے نے فضا میں پھیل کر اور زیادہ قیامت برپا کر دی تھی۔ مگر بارکر کے چہرے پر سکون اٹھ آیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی کوٹھی کے اندر ہی موجود تھے۔ اور ظاہر ہے۔

اب ان کے حصوں کے ٹکڑے بھی کوٹھی کے بلے کے ساتھ ہی فضا میں اڑ رہے ہوں گے۔ اور اب اُسے صرف اتنا کرنا تھا کہ عمران کا پچکا ہوا سر ڈھونڈھ کر واپس پاؤر لینڈ لے جانا تھا۔

اب سڑک پر ہر طرف بری طرح بھگدڑ سی مچی ہوئی تھی۔ اور پھر دُور سے فائر بریگیڈ اور پولیس گاڑیوں کے مخصوص ٹاؤن سنائی دینے لگے۔ شاید پولیس تھا نہ اور فائر بریگیڈ یہاں سے قریب ہی تھے کہ کسی کے فون کرنے پر اتنی جلدی پہنچ رہے تھے۔ بارکر نے باہر کی صورتحال دیکھتے ہی کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھا اور دوسرے لمحے وہ بری طرح اچھل پڑا۔ جب اس نے سڑک کی ایک سائیڈ پر عمران کو صحیح سلامت کھڑے دیکھا۔ عمران حیرت سے تباہ ہونے والی کوٹھی کو دیکھنے میں مصروف تھا۔ اور بارکر کے ہونٹ پھینچ گئے۔ عمران زندہ تھا۔ جس کے لئے اس نے اپنی کوٹھی اڑا دی وہ نہ صرف زندہ تھا بلکہ صحیح سلامت کھڑا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے حبیب سے دوسرا منی راکٹ نکالا اور پھرتی سے اُسے پشتر میں لوڈ کر کے لگا۔ چند ہی لمحوں میں دوسرا راکٹ لوڈ کر کے اس نے ایک بار پھر اس کی نال کھڑکی سے بائیں کالی اور خود بار جھانک کر عمران کو دیکھنے لگا۔ اب وہ براہ راست عمران پر راکٹ فائر کرنا چاہتا تھا۔ یہ تو اُسے معلوم تھا کہ اس طرح عمران کا جسم کم و ڈول ذروں میں تبدیل ہو جائے گا۔ اور وہ شرط کے مطابق اس کا سر پاؤر لینڈ نہ لے جاسکے گا۔ لیکن اس وقت اُسے اس شرط کا قطعاً کوئی ہوش نہ تھا۔ عمران اب بھی کوٹھی کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔ بارکر نے تیزی سے پشتر سیدھا کیا۔ اور اُسی لمحے



عمران کی نظریں گھوم کر اس پر پڑیں۔ اور پھر بارہ کے ٹریگر دبانے اور عمران کے جھلاٹنگ لگانے کا وقت بالکل ایک ہی تھا۔ عمران نے اچانک ایک لمبی جھلاٹنگ دوسری طرف لگا دی تھی۔ لیکن اس وقت بارہ کے ٹریگر دبا چکا تھا۔ اور اس کے پاس پشہ کا رخ بدلنے کا وقت نہ تھا۔ راکٹ گولی سے بھی زیادہ رفتار سے نکلا اور ٹھیک اس جگہ سڑک سے ٹکرایا جہاں ایک لمحہ پہلے عمران موجود تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک اور خوف ناک دھماکہ ہوا۔ اور جیسے سڑک پر قیامت برپا ہو گئی۔ دھماکے کے ساتھ ہی ججیوں کا ایک طوفان سا اٹھا۔ بارہ کے نے پشہ وہیں پھینکا اور بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا بارہ کی طرف لپکا۔ اس کی جھٹی جس تباہی مچاتی تھی۔ کہ عمران راکٹ کی زد سے بچ نکلا ہے۔ اور ظاہر ہے عمران اُسے دیکھ چکا تھا۔ اس لئے اب اس کا اس کوٹھی میں پہنچا لپکتی تھا۔ بارہ کے دوسرے راکٹ سے پیدا ہونے والی تباہی کے وقفے کو استعمال کرنا چاہتا تھا۔ وہ نیچے جانے کی بجائے سیڑھیاں بھلا نکلتا ہوا اوپر چھت پر پہنچا۔ اور پھر اس نے عمران کی مخالف سمت میں لمحہ کوٹھی کی چھت پر جھلاٹنگ لگا دی۔ دونوں کوٹھیوں کے درمیان چار فٹ کا خلا تھا۔ لیکن بارہ کے آسانی سے اس خلا کو پار کر گیا۔ اور ایک دھماکے سے چھت پر گر گیا۔ اور دوسرے لمحے وہ دوڑتا ہوا اس سے لمحہ کوٹھی کی چھت پر کود گیا۔ یہاں بھی وہ حیرت انگیز پھرتی سے درمیانی خلا بھلاٹنگ کیا تھا۔ لیکن اس کوٹھی کے بعد اور کوئی کوٹھی نہ تھی۔ اس لئے وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف لپکا۔ سیڑھیاں اتارتا ہوا جب وہ نیچے آیا تو یہ دیکھ کر اس کی مسرت کی انتہا نہ رہی کہ کوٹھی خالی پڑی تھی۔ اس میں کوئی آدمی نہ تھا۔

کوٹھی کو خالی پا کر وہ باہر جانے کی بجائے اندر کی طرف لپکا۔ اس کا خیال تھا کہ اندر یقیناً ٹیلی فون ہوگا۔ ٹیلی فون تو اُسے مل گیا۔ لیکن یہ دیکھ کر بھینچا گیا۔ کہ اس میں ٹون ہی نہ تھی۔ وہ شاید عدم ادائیگی بل کی وجہ سے کٹ چکا تھا۔ اُسی لمحے اُسے خیال آیا کہ پولیس یا عمران اور اس کے ساتھی لازماً اُسے ملحقہ کوٹھیوں میں تلاش کریں گے یا پھر وہ ناکہ بندی کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے اُسے فوری طور پر اس علاقے سے نکل جانا چاہیے۔ وہ باہر آیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا پھٹک کی طرف بڑھ گیا۔ اُسی لمحے اُسے ایک خیال آیا تو وہ اچھل پڑا۔ اُسے یاد ہی نہ رہا تھا کہ اس کا کوٹ ڈبل کلر میں ہے اس نے جلدی سے کوٹ اتارنا۔ اُسے الٹا کر کے دوبارہ پہن لیا۔ اب اس کا کوٹ بڑے چیک کی بجائے لائننگ میں آ گیا تھا۔ اور رنگ بھی بدل چکا تھا۔ پھاٹک کی چھوٹی ٹکڑی کھول کر اس نے باہر جھانکا تو سڑک پر لوگ دوڑتے پھر رہے تھے۔ پولیس کی گاڑیاں اور فائر بریگیڈ کی گاڑیاں بھی آ جا رہی تھیں۔ وہ باہر آیا اور پھر لوگوں کے ساتھ ہی دوڑتا ہوا جائے حادثہ کی طرف بڑھا۔ شاید ارد گرد کے لوگ موقع کو آنکھوں سے دیکھنے کے لئے ادھر جا رہے تھے۔ تھوڑی دور ان کے ساتھ جانے کے بعد وہ ایک گلی میں سڑ گیا۔ اور پھر کافی دیر تک گلیوں میں چکراتے پھرنے کے بعد وہ ایک اور سڑک کے کنارے آگے بڑھ گیا۔ اس وقت وہ ہر طرح سے محتاط اور چوکنا تھا۔ ابھی وہ تھوڑی سی دور گیا تھا کہ اس نے ایک جگہ کچھ لوگوں کو کھڑے دیکھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اُسے بس سٹاپ کا بورڈ نظر آ گیا۔ اس نے ایک طویل سانس لیا۔ اور دواں پہنچ کر کھڑے لوگوں میں شامل ہو گیا۔ یہ سب لوگ یقیناً بس کی انتظار میں تھے۔

وہ سب ان خوف ناک دھماکوں کے متعلق باتیں کر رہے تھے اور ان کے تبصرہوں کا لب لباب یہ تھا کہ یہ دھماکے دہشت پسندوں کی طرف سے حکومت کو ناکام بنانے کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ — بارکر خاموش کھڑا سنتا رہا اور دل ہی دل میں ان کے تبصرہوں پر ہنستا رہا۔ اب وہ انہیں کیا بتانا کہ دھماکے کس لئے ہوئے اور ان دھماکوں کا ذمہ دار ان کے ساتھ کھڑا ان کی باتیں سن رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد ایک بس آکر وہاں رکی۔ اور پھر باقی لوگوں کے ساتھ وہ بھی بس میں سوار ہو گیا۔ بس پر لکھ ہوئے آخری سٹاپ کا نام اس نے پڑھ لیا تھا۔ گو وہ اس علاقے کو جانتا تو نہ تھا۔ لیکن بہر حال اب کنڈیکٹر کو تو کچھ بتانا تھا۔ اور اسی لمحے اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے مسافر نے بھی اسی سٹاپ کا نام کنڈیکٹر سے لیا اور کنڈیکٹر نے اُسے ٹکٹ کاٹ کر دیا اور ایک چھوٹا نوٹ لے لیا۔ — بارکر نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر اس جیسا چھوٹا نوٹ نکالا اور کنڈیکٹر کی طرف بڑھا کہ اس نے اسی سٹاپ کا نام لیا تو کنڈیکٹر نے اُسے بھی ٹکٹ پکڑا دیا۔

”آپ بھی دھوبی گھاٹ جا رہے ہیں۔ آپ وہیں رہتے ہیں“

ساتھ والے مسافر نے چونک کر بارکر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ میں وہاں ایک دوست سے ملنے جا رہا ہوں۔ مسٹر مارٹن سے۔ وہ انشورنس میں آفیسر ہیں“ — بارکر نے اُسے مطمئن کرنے کے لئے جان بوجھ کر ایک فرضی نام لے دیا۔

”مسٹر مارٹن — اوہ — وہ تو میرے ہمساہنے ہیں۔ انشورنس میں ہیں۔ بہت اچھے آدمی ہیں“ — اس مسافر نے کہا اور بارکر بے اقبالا

اپنے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ خواہ مخواہ ایک نئی مصیبت گلے لگ رہی تھی۔ اب اُسے کیا معلوم تھا کہ واقعی کوئی مارٹن بھی ہوگا۔ اور نہ صرف انشورنس میں ہوگا بلکہ بارکر کی بد قسمتی سے اس کا ہمساہ بھی ہوگا۔ لیکن ظاہر ہے اب وہ انکار نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے صرف سر ہلکا رہ گیا۔ بس تھوڑی دیر بعد شہر میں داخل ہوئی۔ اور پھر مختلف سٹاپس پر رکتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ شہر کے ایک معروف سٹاپ جیسے ہی وہ رکی بارکر اچانک اٹھ کھڑا ہوا۔

”ارے ابھی دھوبی گھاٹ تو نہیں آیا“ — مسافر نے چونک کر کہا۔

”وہ ایک دوست نظر آ گیا ہے میں اس سے مل لوں“ — بارکر نے

جلدی سے کہا اور بس سے نیچے اتر گیا۔ اس آدمی سے پچھا چھڑانے کا یہی ایک طریقہ تھا۔ اور پھر اس نے دھوبی گھاٹ تو بہر حال جانا ہی نہ تھا۔

بس کے چلے جانے کے بعد بارکر نے ایک خالی ٹیکسی پکڑی اور اُسے گاڑن ٹاؤن چلنے کے لئے کہا۔ یہاں ٹوٹی کا گروپ موجود تھا۔ ظاہر ہے اب بارکر کے لئے وہی ٹھکانہ رہ گیا تھا۔

عمران لگی سے ہوتا ہوا جیسے ہی سڑک پر پہنچا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی وہی کوٹھی جس میں سے وہ ابھی نکلے تھے۔ ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں بکھر گئی۔ عمران اس کوٹھی سے دو کوٹھی دور تھا۔ لیکن اس کے باوجود دھماکہ اس قدر خوفناک تھا کہ عمران بے اختیار لڑکھڑا کر نیچے گم پڑا۔ لیکن جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ ہر طرف جھگڑا سی مچ گئی تھی۔ اور تباہ شدہ کوٹھی سے ملحقہ دونوں کوٹھیوں کو بھی شدید نقصان پہنچا تھا۔ عمران اٹھ کر حیرت سے تباہ ہونے والی کوٹھی کو دیکھنے لگا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ کوٹھی اس طرح بھی تباہ ہو سکتی ہے۔ دھماکہ یوں لگتا تھا جیسے ٹائم بم کا ہو۔ لیکن یہ ٹائم بم کوٹھی میں کیسے لگایا جاسکتا تھا۔ مجرم تو خود کوٹھی میں موجود تھے۔ اور اگر عمران اپنی کلائیوں پر بندھی ہوئی رسی بلیڈوں سے کاٹ کر ان پر حملہ آور نہ ہو جاتا تو لازماً مجرم اب بھی کوٹھی میں ہوتے۔ اس لئے کسی ٹائم بم کا تو سوال

ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ یہی سوچا جاسکتا تھا کہ فرار ہو جانے والے بار کر نے باہر سے بم پھینکا ہو گا۔ لیکن دھماکہ کامرکز عمران کے اندازے کے مطابق کوٹھی کی عمارت تھی۔ اگر باہر سے بم پھینکا جاتا تو وہ زیادہ سے زیادہ لان میں گر کر پھٹتا۔ اس سے تو یہی نتیجہ نکالا جاسکتا تھا کہ کسی لیشہ سے بم پھینکا گیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے بھری پری سڑک سے تو بم پھینکنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا تھا کہ کسی سامنے والی عمارت سے پھینکا گیا ہو گا۔ یہی سوچتے ہی عمران نے ایسی عمارت کو چیک کرنے کے لئے گردن موڑی اور اسی لمحے تباہ شدہ کوٹھی کے سامنے والی کوٹھی کی دوسری منزل پر واقع کھڑکی سے اُسے بار کر کا چہرہ بھی نظر آیا اور ساتھ ہی مٹی راکٹ پشتر کی مخصوص نال بھی۔ بار کر اور پشتر دونوں کا رخ عمران کی طرف ہی تھا۔ بار کر کے چہرے پر نظر پڑتے ہی عمران نے یک لخت سڑک کی دوسری طرف ایک زوردار چھلانگ ماری۔ اور جیسے وہ اڑتا ہوا سڑک کی دوسری طرف فٹ پاتھ پر جاگرا۔ اُسی لمحے عین اس جگہ جہاں ایک لمحہ پہلے عمران موجود تھا۔ ایک اور خوفناک دھماکہ ہوا۔ یہ دھماکہ اس قدر زوردار تھا کہ سڑک سے گزرنے والی ایک کار اڑتی ہوئی سائیڈ کی کوٹھی کی دیوار سے پوری قوت سے ٹکرائی اور ساتھ ہی اور دگر موجود کئی افراد کے شہموں کے ہزاروں ٹکڑے فضا میں اڑنے لگے۔ اچانک درمیان میں کار اُجھانے کی وجہ سے عمران فوری طور پر اس بم کے اڑنے والے ذرات کے علاوہ سڑک کے ٹکڑوں سے بچ گیا۔ اس نے دوسرے ہی لمحے قلابانسی کھائی اور دوسری طرف لگے ہوئے ایک پودے کے گمٹھے



میں دبک گیا۔ سرٹک ادر پھر دل کی بارش اس کے اوپر سے گزری۔ ادر وہ  
گڑھے میں دبکے ہونے کی وجہ سے بال بال محفوظ رہا۔ دھماکے کی بازگشت  
ابھی تک اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ اُسے یوں لگ رہا تھا جیسے بم  
عین اس کے سر کے اوپر پھٹا ہو۔ اس بار واقعی وہ صریحاً موت سے  
بال بال بچا تھا۔ اگر وہ ایک لمحہ ادر مگر نہ دیکھتا یا فطری حفاظت کے  
تحت وہ اچانک پھلانگ نہ لگا دیتا تو اس کے جسم کے ٹکڑوں کی گنتی بھی  
محال ہو جاتی۔ ہر طرف چیخ دیکھا اور جھگڑ سی مچی ہوئی تھی۔ چند لمحے تو  
واقعی عمران کا ذہن مآؤف سا رہا۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے  
وہ اسی گڑھے میں پیدا ہوا ہے۔ ادر اُسے قیامت تک یہیں بیٹنا ہے  
اس کا سانس خود بخود تیز ہو گیا تھا۔ لیکن چند لمحوں بعد ہی اس کا شعور بیدار  
ہو گیا اور عمران اچھل کر گڑھے سے باہر نکلا۔ ادر پھر بے تحاشا دوڑتا ہوا  
اس عقبی گلی کی طرف بڑھ گیا جو کہ بارہ دالی کوٹھی کے عقب میں جاتی تھی۔  
اُسے یقین تھا کہ بارہ دالی کوٹھی دروازے سے ہی باہر نکلے گا۔ لیکن ایک  
کوٹھی کو اس کمرے ہی وہ رک گیا۔ آگے گلی بند ہو گئی تھی۔ عمران جھجکا کہ  
دایس بلیٹا ادر پھر ذرا پہلے بائیں طرف جاتی ہوئی گلی میں داخل ہو کر وہ  
اس کوٹھی کے عقب میں پہنچ گیا۔ عقبی دروازہ بند تھا۔ عمران نے ادھر ادھر  
دیکھا ادر پھر جب لگا کہ وہ پہلے دیوار پر چڑھتا اور دوسرے لمحے اندر کود  
گیا۔ اس کے دماغ پر اب وحشت سی سوار ہو گئی تھی۔ وہ ابھی اور  
اسی لمحے بارہ دالی کوٹھی کے اپنے ہاتھوں سے توڑنا چاہتا تھا مگر بچے کو ذکر وہ  
چند لمحے لان کی باڈ کے ساتھ دبکا رہا۔ لیکن جب دھماکے کا کوئی رد عمل  
ظاہر نہ ہوا تو وہ دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کی چھٹی جس تباہی تھی

کہ بارہ دالی سے فرار ہو چکا ہے۔ وہ سائیکلی سے ہوتا ہوا سامنے کے  
درج آیا کہ شاید بارہ دالی کے سامنے کی طرف سے نکلا ہو۔ حالانکہ بظاہر اس کا  
امکان نہ تھا۔ کیونکہ مجرموں کی نفسیات کے مطابق اس قدر خوف ناک  
دادرات کرنے کے بعد سامنے کے رخ جانے کا وہ حوصلہ ہی نہ کر سکتے  
تھے۔ لیکن اس کے باوجود عمران نے چیک کرنا ضروری سمجھا۔ بین پھاٹک  
ادر اس کی ذیلی کھڑکی اندر سے بند تھی۔ عمران مجرموں کے اس طرح فرار  
ہو جانے پر دل ہی دل میں حیران ہونے لگا۔ پہلے بھی تباہ شدہ کوٹھی میں  
مجرم اسی طرح فرار ہوئے تھے کہ دونوں بیرونی دروازے اندر سے  
بند تھے ادر اب بھی یہی صورت حال تھی۔ حالانکہ وہ آسانی سے کوئی  
بھی دروازہ کھول کر باہر نکل سکتے تھے۔ عمران اب عمارت کے اندر داخل  
ہوا۔ ادر پھر وہ اس کمرے میں پہنچ گیا۔ جہاں میز پر اب بھی وہ سیکنگ  
موجود تھی جس میں پہلے رنگ نئے دو منی راکٹ پڑے ہوئے تھے۔  
جب کہ سیکنگ کے مطابق دو راکٹ موجود نہ تھے۔ عمران سر ملاتا  
ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا ادر پھر جب وہ اوپر والے کمرے میں پہنچا تو  
اس نے ایک طویل سانس لیا۔ منی راکٹ پشروں پر پڑا ہوا تھا۔ عمران  
نے راکٹ کی نال کو سونگھا فائرس سے کیا گیا تھا۔ اب وہ سمجھ گیا  
کہ بارہ دالی کوٹھی سے فرار ہو کر یہاں آیا ادر پھر یہیں سے اس نے پشروں  
ذریعے کوٹھی کے اندر راکٹ فائر کیا۔ ادر اُسے تباہ کرنے کے بعد شاید  
اس نے باہر جھانکا ہو گا تو عمران اُسے نظر آگیا اور دوسرا راکٹ اس نے  
عمران پر فائر کر دیا ہو گا۔ لیکن اُسے پہلے فرار ہو کر یہاں تک پہنچنے میں  
اتنی دیر تو نہ لگ سکتی تھی۔ جتنی دیر بعد اس نے پہلا راکٹ پھینکا حالانکہ

عمران نے یانی بھر کر اپنے ساتھیوں کو ہوش دلایا تھا۔ اور پھر وہ عقی دروانے سے مکمل کر گھوم کر جب سڑک پر آیا تھا تو کوٹھی میں راکٹ پھینکا گیا۔ اگر اس وقت راکٹ فائر ہوتا جب کہ وہ سب کوٹھی کے اندر تھے تو لازماً ان سب کے پیچھے اڑ جاتے۔ بار کر کی دیر نے ان سب کی جانیں بچا لی تھیں۔ لیکن اُسے دیر کیوں ہوئی۔ اب ظاہر ہے اس کا جواب تو اس کے پاس نہ تھا۔ اب اُسے کیا معلوم تھا کہ اگر پہلے پشتر میں راکٹ لوڈ ہوتا تو پھر واقعی ان کا حشر ہو چکا ہوتا۔ لیکن مارنے والے سے بچانے والا یقیناً طاقت ور ہے۔

عمران ایک بار پھر نیچے اترا اور اس نے پوری کوٹھی کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ کوٹھی کے اندر خاصا اسلحہ موجود تھا۔ لیکن کھانے پینے کی کوئی چیز نظر نہ آنے پر عمران سمجھ گیا کہ اس کوٹھی کو صرف ایم جی کے وقت استعمال کے لئے ریزرو رکھا گیا ہوگا۔ اور شاید گیس بلونڈ کو بھی اسی کوٹھی سے ہی فائر کیا گیا تھا۔ کیونکہ اس کھڑکی سے تباہ شدہ کوٹھی کا لان برآمدہ اور اس کا اندرونی حصہ صاف نظر آتا تھا۔ کافی دیر تک تلاشی لینے کے باوجود جب عمران کے ہاتھ کوئی ایسا کیلونہ آسکا۔ جس سے وہ بار کر کا اور کوئی ٹھکانہ ڈھونڈ سکتا۔ تو عمران عقی دروانہ کھول کر باہر آ گیا۔ اور پھر گلی میں سے ہوتا ہوا جب وہ سڑک پر پہنچا تو وہاں پولیس نے گھر اڈال رکھا تھا۔ فائر بریگیڈ کی گاڑیوں۔ ایمبولینس۔ کاروں اور پولیس گاڑیوں کا ایک اندام سا تھا۔ عمران بچتا بچتا اپنی کار کی طرف بڑھا۔ تو اس نے اپنے ساتھیوں کو کار کے قریب موجود پایا۔ عمران کو دیکھتے ہی ان سب کے چہرے کھل اٹھے۔

”اوہ عمران صاحب شکر ہے۔ آپ زندہ نظر آ گئے۔ ورنہ آپ جس طرف مڑ گئے تھے۔ اس سے تو یہی اندازہ ہوتا تھا کہ دوسرا دھماکہ آپ دالی جگہ پر ہی ہوا ہوگا۔“ صفدر نے کہا۔

اور جب عمران نے سادی صورت حال بتائی تو وہ سب اپنے اور عمران کے اس طرح زندہ بچ جانے پر حیران رہ گئے۔

”آخر یہ چکر کیسا ہے۔ یہ بار کر کیا چاہتا ہے۔“ تنویر نے حیران ہو کر پوچھا۔

”وہ میرا سر یا ورلینڈ کے ڈائریکٹر ان کے سامنے پیش کرنے کا وعدہ کر آیا ہے۔ اور چونکہ جسم کو ساتھ لے جانے میں بار بردار ہی کا خرچہ زیادہ آتا ہے۔ اس لئے بچت کی غرض سے وہ صرف سر لے جانا چاہتا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب یہ بار کر فراہ ہو کر کہاں گیا ہوگا۔“ بولیا نے کہا۔

”جہاں بھی گیا ہوگا بہر حال اُسے وعدہ پورا کرنے کے لئے میرے پاس تو آنا ہی پڑے گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر صفدر کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے وہ کاریں بٹھ گیا۔ باقی ساتھی بھی اپنی اپنی کاروں کی طرف بڑھ گئے۔

”عمران صاحب کہاں کا پیر دگر ام ہے۔“ صفدر نے کاروں سے باہر نکلی کر اپنی کار عمران کے ساتھ لے آتے ہوئے پوچھا۔

”میرا خیال ہے بار کر تمہیں آگنر اسکے پاس نظر آیا تھا تو شاید وہ نارٹی کا واقف ہو۔“ عمران نے زور سے کہا۔ اور صفدر نے سر ہلادیا۔

تھوڑی دیر بعد دونوں کا ریس ہوٹل آگنر کی سائیڈ میں جا کر رک گئیں۔ اور پھر عمران اور صفدر کا دل سے اتر کر ہوٹل کی طرف بڑھ گئے۔ عمران اور صفدر دونوں کے کپڑوں پر بے شمار سلوٹیں پڑ چکی تھیں عمران کے جسم پر تو رگڑوں اور مٹی کے نشانات بھی موجود تھے۔ لیکن ظاہر ہے عمران ایسی باتوں کی کہاں پر واہ کرنے والا تھا۔

ہوٹل میں اس وقت بھی اچھا خاصا ریش تھا۔ عمران کا ڈنٹر کی طرف مڑ گیا۔ جہاں ایک دبلا پیلا سا آدمی کھڑا تھا۔

”ناٹھی سے کہو سیرٹنڈنٹ فیاض کا دوست علی عمران ملنے آیا ہے“ عمران نے اس دبلے پتلے کا ڈنٹر میں سے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ادہ لیں سر“ کا ڈنٹر میں نے کہا۔ اور پھر کا ڈنٹر پر رکھے ہوئے انٹر کام کا رسیورڈ اٹھا کر اس نے ایک نمبر دیا۔

”یس“ — دوسری طرف سے ایک سخت سی آواز سنائی دی۔

”باس میں کا ڈنٹر سے بول رہا ہوں۔ سیرٹنڈنٹ فیاض صاحب

کے دوست علی عمران صاحب اور ان کے ایک ساتھی آئے ہیں وہ

آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔“ کا ڈنٹر میں نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے آفس میں بھوادو“ — دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور

کا ڈنٹر میں نے رسیورڈ رکھ کر ایک ویٹر سے انہیں آفس پہنچانے کا

کہا۔

”آئیے جناب“ — ویٹر نے کہا۔ اور پھر وہ عمران اور صفدر کو ہمراہ

لے کر ایک ماہرادی میں مڑ گیا۔ سامنے ہی ایک دروازے پر آفس کی

تختی لگی ہوئی تھی۔ عمران سیرٹنڈنٹ فیاض کے ساتھ پہلے بھی کئی بار ناٹھی سے اسی دفتر میں مل چکا تھا۔ ویٹر نے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی۔

”یس کم ان“ — اندر سے وہی سخت آواز ابھری۔ اور ویٹر نے انہیں اندر جانے کا اشارہ کیا۔

عمران نے دروازے پر دباؤ ڈالا تو وہ اندر سے بند نہ تھا۔ اس لئے آسانی سے کھٹکا گیا۔ اور پھر عمران اور صفدر اندر داخل ہوئے۔ میز کے پیچھے گینڈے جیسی جسامت کا مالک ناٹھی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا عمران کو اندر آتے دیکھ کر وہ استقبالیہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

”ادہ عمران صاحب آپ — ذمے نصیب — آج کیسے ادھر بھول پڑے“ — ناٹھی نے بڑے پر جوش انداز میں مصلحی کے لئے عمران کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”تم جیسے آدمی کے منہ سے یہ لکھنوی زبان کچھ اچھی نہیں لگتی۔ تمہیں

تو کوئی گہرخت زبان بولنی چاہیے۔“ عمران نے مصافحہ کرتے ہوئے

کہا۔ اور ناٹھی کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ اور پھر اس نے صفدر سے بھی مصافحہ

کیا۔ اور انہیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”پہلے تو یہ بتائیے کہ آپ کیا پینا پسند فرماتیں گے۔“ — ناٹھی

نے کہا۔

”فی الحال ہم پینے کے لئے نہیں پلانے کے موڈ میں ہیں“

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب — آپ مجھے پلائیں گے کیا“ — ناٹھی نے حیران



ہوتے ہوئے پوچھا۔

”اگر تم نے معمولی سا جھوٹ بولا تو جھپٹا دیوں گا اور اگر زیادہ جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو کوٹھو میں بھی پیلا جاسکتا ہے۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں جھوٹ بولوں گا۔ مجھے کیا ضرورت ہے جھوٹ بولنے کی۔ اور ایک بات اور بتا دوں کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض میرا دوست ہے۔ اس کی وجہ سے میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔ ورنہ میرے پاس تو کسی سے بات کرنے کا بھی وقت نہیں ہے۔“ نارٹی نے یک لخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ وہ یقیناً عمران کے ریمارکس کا بڑا مان گیا تھا۔

”سپرٹنڈنٹ فیاض کی طرف سے دی ہوئی عزت تو میں تمہیں واپس دیتا ہوں۔ اسے تم اپنی میز کی دراز میں رکھ کر تالا لگا لو۔ باقی رہا بات کرنے کا وقت تو میں بھی زبان ملانے سے ہاتھ ملانا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ سمجھے ویسے اتنا چراغیا ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور نارٹی ہونٹ کاٹتا خاموش بیٹھا رہا۔ البتہ اس کی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

”جی فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“ چند لمحوں بعد نارٹی نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔ لیکن اس بار لہجہ کا ردِ بادی تھا۔

”باد کہ یہاں آیا تھا۔“ عمران نے اچانک کہا۔ اور نارٹی اس

اچانک جملے کی وجہ سے اپنے آپ کو چومکنے سے باز نہ رکھ سکا۔

”ہاں۔ مگر۔ گگ کون بار کہ۔“ نارٹی نے بڑی طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”پاور لینڈ کا بار کہ۔ اور سنو نارٹی۔ جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صاف صاف بتا دو۔ باد کہ نے تو یہاں سے واپس چلا جانا ہے۔ لیکن ہم نے یہیں رہنا ہے۔“ عمران نے نرم لہجے میں کہا۔

”ہو نہ۔ لیکن آپ کو کس نے بتایا ہے کہ باد کہ یہاں آیا تھا۔ اور دوسری بات یہ کہ پاور لینڈ کیل ہے۔ باد کہ تو کارمن سیکرٹ ایجنٹ ہے۔“ نارٹی نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور کارمن سیکرٹ ایجنٹ کا سن کر عمران بھی چونک پڑا۔

”اس بات کو چھوڑ دو۔ یہ بتاؤ کہ باد کہ یہاں کیوں آیا تھا۔“ عمران نے کہا۔

”وہ میرا پانا دوست اور محسن ہے۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ وہ آپ سے ملنے آیا تھا۔“ نارٹی نے اس بار صاف لہجے میں کہا۔ اور پھر اس نے شروع سے آخر تک ساری بات عمران کو بتا دی۔ کہ کس طرح وہ خط پہنچانا چاہتا تھا۔ عمران اس کے لہجے سے سمجھ گیا کہ نارٹی سچ بول رہا ہے۔ شاید باد کہ نے اُسے کہانی ہی ہی سنائی ہوگی۔ سیکرٹ ایجنٹ تو اپنے سائے سے بھی بدکتا ہے وہ نارٹی کو اصل بات کہاں بتا سکتا تھا۔

”اب تم سچ بول رہے ہو۔ اس لئے ہماری ہتھاری دوستی کٹی۔ اور سنو۔ اب میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور نارٹی کے چہرے پر بھی مسکراہٹ رینگ آئی۔

”میں نے کوشش کی تھی کہ اس کا پتہ معلوم ہو جائے لیکن اس نے کہا کہ میں خود ہی فون کروں گا۔ اور پھر دوبارہ فون بھی اس نے خود ہی کیا تھا۔“ نارٹی نے جواب دیا۔

”اچھا ٹھیک ہے۔ اب اس کا فون آئے تو اُسے بے شک کہہ دینا کہ عمران تم سے ملنا چاہتا ہے۔“ عمران نے کمری سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے میں کہہ دوں گا۔“ نارٹی نے کہا اور عمران اس سے مصافحہ کر کے باہر آ گیا۔

ہوٹل سے باہر آنے کے بعد عمران نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”صفدر تم اپنے فلیٹ جا کر لباس بھی بدل لو اور میک اپ بھی کر لو۔ اب تمہاری ڈیوٹی یہیں مستقل رہے گی۔ بارہ لاڈنا نارٹی کو فون کرے گا یا خود اس سے ملنے آئے گا۔ اور ہو سکتا ہے اب وہ میک اپ میں ہو۔ تم نے نارٹی کا فون بھی ٹیپ کرنا ہے۔ اور اس کی نگرانی بھی کرنی ہے۔ اگر فون آئے تو لوکیشن چیک کرنے کی مدد سے لوکیشن چیک کر لینا۔ اور اگر خود ملنے آئے تو اس کی نگرانی کر کے اطلاع دینی ہے۔“ عمران نے صفدر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے میں سارا انتظام کروں گا۔“ صفدر نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ اور پھر عمران اور صفدر اپنی اپنی کاروں کی طرف بڑھ گئے۔

بناؤ کرو کے چہرے پر شدید بھنجیلاہٹ کے آثار نمایاں تھے۔ ٹونی اور اس کے گردپ کے بہترین پانچ ساتھیوں کے اس طرح قتل نے اور پھر کوٹھی کے تباہ ہو جانے کے باوجود عمران اور اس کے ساتھیوں کے اس طرح بچ نکلنے پر اس کا پارہ بڑی طرح چڑھا ہوا تھا۔ ٹونی کے گردپ بہت کوارٹر میں پہنچ کر اس نے باقی ساتھیوں کو ٹونی اور پانچ آدمیوں کی ہلاکت سے مطلع کیا اور ٹونی کے اسسٹنٹ مینجمنٹ کو اس نے گردپ کا انچارج بنا دیا۔ اور اُسے اور اس کے دیگر ساتھیوں کو ہر طرح تیار رہنے کا حکم دیا۔ لیکن اب بارہ کو یہ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ عمران کو کہاں گھیرے۔ ویسے وہ دل ہی دل میں اپنے آپ کو صلواتیں سناتا تھا کہ وہ عمران سے باتیں کرنے کے چکر میں کیوں پڑا۔ بہتر ہوتا کہ وہ بے ہوش عمران کو ہی گولیوں سے چھلنی کر دیتا۔ لیکن اُسے کیا معلوم تھا کہ عمران سرے سے بے ہوش ہی نہ ہوا تھا۔ اگر وہ اس

دقت اُسے مارنے کی کوشش کرتا تب بھی عمران لازماً مزاحمت کرتا چاہے اس کا نتیجہ کچھ بھی نکلتا۔

بارکمر ابھی بیٹھا اس بات پر غور کر رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور مٹھوئیں اندر داخل ہوا۔ وہ لمبے قد اور چھریرے جسم کا نوجوان تھا۔

"باس میں نے عمران کے فلیٹ کی نگرانی کے لئے ایک آدمی کو بھیج دیا ہے۔ جیسے ہی عمران فلیٹ پر پہنچے گا۔ وہ ہمیں اطلاع دے گا۔" مٹھوئیں نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ہونہر۔ ٹھیک ہے۔ لیکن میرے خیال میں فلیٹ پر حملے کے بعد وہ اب فلیٹ پر سرگزنہ جلنے لگا۔ ہمیں اس کا کوئی اور ٹھکانہ ڈھونڈنا ہوگا۔ ارے ہاں نارٹی نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کے متعلق بتایا تھا کہ وہ عمران کو کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈھ نکلے گا۔ نارٹی نے اس کا کوئی پتہ تو بتایا تھا۔" بارکمر نے سوچنے والے انداز میں کہا۔

"نارٹی کون ہے باس۔" مٹھوئیں نے پوچھا وہ اب ایک کمرسی بیٹھ چکا تھا۔

"ہے ایک آدمی۔" بارکمر نے سر ہلاتے ہوئے کہا وہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کا پتہ بھول چکا تھا۔ وہ چند لمحے تو بیٹھا سوچتا رہا۔ اور پھر اُسے خیال آ گیا کہ عمران لازماً نارٹی سے ملا ہوگا تبھی اُسے اس کے نام کا علم ہوا ہوگا۔ حالانکہ اس نے نارٹی کو منع کیا تھا کہ وہ عمران کو اس کے متعلق کچھ نہ بتائے۔ اس نے نارٹی کو اس حکم عدولی پر سبق سکھانے کا فیصلہ تو کر لیا تھا لیکن ظاہر ہے ابھی ایسا موقع نہ تھا پہلے اُسے اپنا مشن مکمل کرنا تھا۔ اس نے ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور پھر نارٹی کے بتائے

ہوئے نمبر وائل کمر نے لگا۔ وہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کا پتہ اس سے دوبارہ پوچھتا چاہتا تھا۔ کوڈ وغیرہ بتانے کے بعد اس کا رابطہ نارٹی سے قائم ہو گیا۔

"نارٹی سپیکنگ۔" نارٹی کی آواز سنائی دی۔

"بارکمر بول رہا ہوں۔ میں نے تمہیں منع کیا تھا نارٹی کہ عمران کو میرے متعلق کچھ نہ بتانا لیکن تم نے اُسے سب کچھ بتا دیا۔" بارکمر نے سرد لہجے میں کہا۔

"ادھ مسٹر بارکمر۔ میں نے تو اُسے کچھ نہیں بتایا۔ اس نے آتے ہی تمہارا نام لیا اور کہنے لگا کہ بارکمر یہاں کیوں آیا تھا اور وہ کسی پاولینٹ کا نام لے رہا تھا۔" نارٹی نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"وہ تمہارے پاس کس وقت آیا تھا۔" بارکمر نے چونک کر پوچھا۔

"تقریباً آدھا گھنٹہ ہو چکا ہے۔ وہ اب تم سے خود ملنا چاہتا ہے۔"

نارٹی نے کہا۔ اور بارکمر سمجھ گیا کہ عمران تبہ شدہ کوٹھی سے نکل کر سیدھا نارٹی کے پاس پہنچا ہوگا۔ تبھی وہ آدھے گھنٹے کی بات کر رہا تھا۔

"کوئی پتہ اس نے بتایا ہے۔" بارکمر نے چونک کر پوچھا۔

"پتہ نہیں۔ بس اتنی بات کہہ کر وہ چلا گیا۔" نارٹی نے چومکتے ہوئے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ اس کے دوست سپرنٹنڈنٹ فیاض کا پتہ تم نے کیا بتایا تھا۔" بارکمر نے مایوس ہوتے ہوئے پوچھا۔

"وہ دیشان کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ میں رہتا ہے۔ ٹھیک ہے آپ

اس سے مل لیں وہ یقیناً عمران کو کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈھ نکلے گا۔" نارٹی نے کہا۔ اور بارکمر نے اد۔ کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ وہ چند لمحے



سوچتا رہا پھر اس نے دوبارہ رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر ڈائل کئے۔  
 "یس انکوائری پلیز" — چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے  
 آواز سنائی دی۔

"سنٹرل اسٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کے گھر کا فون نمبر بتائیے"  
 بارکر نے کہا اور آپریٹر نے ایک نمبر دہرایا۔ بارکر نے تھینک یو کہہ  
 کر کمیڈل دیا اور پھر آپریٹر کا بتایا ہوا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پہلے تو کافی  
 دیر تک گھنٹی بجتی رہی، پھر کسی نے رسیور اٹھالیا۔  
 "یس" — ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"یہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کا نمبر ہے" — بارکر نے نسوانی آواز سن  
 کر نرم لہجے میں کہا۔

"ہاں فرمائیے۔ میں ان کی سیکم بول رہی ہوں" — دوسری طرف  
 سے کہا گیا۔

"مجھے فیاض صاحب سے فوری ملنا ہے۔ آپ ان سے بات کرنا  
 دیجیے۔ میرا نام ساقیل ہے اور میرا تعلق ویسٹرن کاربن اسٹیلی جنس سے  
 ہے" — بارکر نے اپنا فرضی نام بتاتے ہوئے کہا۔ اور فیاض کی  
 بیوی کو مطمئن کرنے کے لئے اس نے اپنا تعلق اسٹیلی جنس سے ظاہر  
 کر دیا۔

"اوہ — لیکن اس وقت تو گھر پر نہیں ہیں۔ آپ صبح ان سے دفتر  
 میں مل لیں" — فیاض کی بیوی نے الجھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سوری مسٹر فیاض — میں نے رات ہی واپس جانا ہے۔ اور  
 اور انہیں ایک اہم سرکار کی پیغام منتقل کرنا ہے" — بارکر نے کہا۔

"اچھا تو پھر آپ ہوٹل سندباد میں ان سے مل لیں وہ وہاں ایک  
 فلکشن میں گئے ہوتے ہیں۔ رات کو دیر سے ہی واپس آئیں گے۔"  
 سیکم فیاض نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔  
 "تھینک یو مسٹر فیاض — تھینک یو" — بارکر نے کہا۔ اور  
 رسیور کھٹکھٹا ہوا۔

"آؤ اپنے ساتھیوں کو لے کر چلو۔ تم سب ہوٹل کے باہر نک جانا۔  
 میں فیاض کو اندر سے لے آؤں گا۔ اور پھر اُسے اپنی جان بچانے کے لئے  
 ہر قیمت پر عمران کو ڈھونڈھنا ہوگا۔ اور سب پوری طرح تیار ہو کر  
 چلنا۔ آج یا ہم میں سے کوئی واپس نہ آئے گا یا پھر عمران کا سر ہمارے  
 ساتھ ہوگا۔ ان دو کے علاوہ تیسرا کوئی راستہ نہ ہوگا" — بارکر نے کہا  
 اور میٹھوئس سر ملاتا ہوا باہر نکل گیا۔

بارکر اٹھ کر ڈرائنگ روم میں چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد جب وہ  
 باہر آیا تو اس نے نہ صرف لباس بدل لیا تھا بلکہ اس نے چہرے پر ہلکا  
 سامیک اپ بھی کر رکھا تھا۔ اور اس نے جیبوں میں مختلف قسم کا جدید  
 ترین اسلحہ بھی منتقل کر لیا۔ باہر میٹھوئس کے ساتھی پانچ کاروں میں  
 موجود تھے۔ جب کہ ایک کار کے قریب میٹھوئس کھڑا تھا۔ یہ خالی تھی۔  
 "سب پوری طرح تیار ہیں" — بارکر نے قریب پہنچ کر میٹھوئس  
 سے کہا۔

"یس سر" — میٹھوئس نے مختصر سا جواب دیا۔ اور بارکر نے  
 اُسے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ اور خود ساتھ والی سیٹ  
 پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد کابین مختلف سرٹروں سے گزرتی ہوئی آغا خان

روڈ کی طرف بڑھی جا رہی تھیں۔ جہاں ہوٹل سنبھاؤ تھا۔ بارکر نقشے کی مدد سے راستوں کا تعین کر چکا تھا۔ ادیباب بھی وہ نقشہ کھولے بیٹھا میٹھوئس کو ہدایات دے رہا تھا۔

ادبھر تھوڑی دیر بعد کار میں سات منزلہ عظیم الشان ہوٹل کے کپاؤنڈ میں داخل ہو گئیں۔

”تم میرے ساتھ آؤ۔“ بارکر نے کار سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔ اور میٹھوئس سر ملاتا ہوا اس کے پیچھے چل پڑا۔ بال میں واقعی کوئی فنکشن ہو رہا تھا۔ اس لئے خوب گہما گہمی تھی۔

”انیٹی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب کہاں ہیں“ بارکر نے اندر داخل ہوتے ہی ایک ویٹر سے پوچھا۔

”سوپر فیاض صاحب۔ وہ بالکل سامنے والے صوفے پر جناب۔ وہ نیلا سوٹ پہنے ہوئے۔“ ویٹر نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”تو سنو۔ انہیں جا کر کہو کہ ویسٹرن کار میں انیٹی جنس سے راقیل ان سے ملنا چاہتا ہے۔ ایمر جنسی کام ہے۔“ بارکر نے جمب سے

ایک بڑا سا نوٹ نکال کر ویٹر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ اور ویٹر سر ملاتا ہوا فیاض کی طرف بڑھ گیا۔ بارکر اور میٹھوئس دروازے کے

قریب خاموش کھڑے رہے۔ ویٹر نے ان کے سامنے جا کر فیاض سے جھک کر کہا تو فیاض نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔

ادبھر اٹھ کر ان کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے پر خیرت کے آثار نمایاں تھے۔

”یس میرا نام فیاض ہے۔“ فیاض نے قریب آ کر بارکر اور

میٹھوئس کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے راقیل کہتے ہیں اور میرا تعلق ویسٹرن کار میں انیٹی جنس سے ہے۔ میں آپ سے فوری ملنا چاہتا تھا۔ آپ کے گھروں کیا تو آپ کی بیگم نے بتایا کہ آپ یہاں ہیں اس لئے ہم یہاں چلے آئے۔ ڈسٹرب کرنے کی معافی چاہتے ہیں۔ یہ میرا ساکتی ہے میٹھوئس۔“ بارکر نے بڑے مہذب لہجے میں کہا۔ اور ساتھ ہی میٹھوئس کا تعارف بھی کر دیا۔

”اودہ کوئی بات نہیں فرمائیے۔ لیکن یہاں تو کوئی سیٹ خالی نہیں ہے۔“ فیاض نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”انہائی ضروری ادبایمر جنسی سرکاری پیغام ہے۔ اگر آپ محسوس نہ کریں تو کسی ساتھ والے ہوٹل میں بیٹھ جاتے ہیں۔ آپ کے ملک کے فائدے کا ہی پیغام ہے۔“ بارکر نے کہا۔

”اودہ ٹھیک ہے آئیے۔ ادھر ساتھ ہی ہوٹل شہر یار ہے۔ وہاں بال خالی ہوگا۔“ فیاض نے کہا اور پھر وہ ان کے ساتھ چلتا ہوا ہوٹل سے باہر آ گیا۔

”ادھر ساری کار موجود ہے۔ آئیے ہم آپ کو واپس یہیں چھوڑ جائیں گے۔“ بارکر نے اپنی کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور فیاض سر ملاتا ہوا کار کی طرف چل پڑا۔ اس نے صرف انیٹی جنس اور ویسٹرن کار میں کا نام سن کر ہی ان پر یقین کر لیا تھا۔

فیاض کو بارکر نے میٹھوئس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھایا اور خود وہ پیچھے بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے کار ہوٹل کے کپاؤنڈ سے باہر نکل آئی۔

”ادھر دائیں طرف چلیں۔“ فیاض نے گیٹ سے نکلتے ہوئے میتھوئس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بھیک ہم چلو۔“ پیچھے بیٹھے ہوئے بارک نے کہا۔ کیونکہ بائیں طرف ذرا آگے جا کر وہ ایک دیوان علاقے میں پہنچ سکتے تھے۔

ابھی کار نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ فیاض نے ایک دو میلانہ درجہ کے ہوٹل کی طرف مڑنے کا اشارہ کیا۔

”خاموش بیٹھے رہو۔“ اچانک بارک نے ریو الو کی نال فیاض کی پشت سے لگاتے ہوئے سرد لہجے میں کہا اور فیاض بے اختیار چونک پڑا۔

”گگ۔ گگ۔ کیا مطلب۔“ فیاض نے مڑنے کی کوشش کرتے ہوئے حیران ہو کر کہا۔

”سیدھے بیٹھے رہو ورنہ گولی مار دوں گا۔ اور سنو۔ تمہاری بیوی اس وقت ہمارے قبضے میں ہے۔ اس لئے اگر تم نے کسی گڑبڑ کی کوشش کی تو تم اپنے ساتھ ساتھ اپنی بیوی کی موت کے بھی ذمہ دار ہو گے۔“ بارک کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

”مم۔ مم۔ مگر تم کون ہو کیا چاہتے ہو۔“ سوپر فیاض نے گھگھکیا کرتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس اچانک صورت حال بدلنے سے اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا۔

”میتھوئس۔ ذرا کار ایک طرف کر کے روک دو۔ میں ذرا سپرٹنڈنٹ صاحب سے دو باتیں کر لوں۔ ورنہ اسے گولی مار کر پھینکیں خواہ مخواہ کیوں بوجھ لا دے پھریں۔“ بارک نے اُسی طرح سرد لہجے میں

میتھوئس سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور میتھوئس نے سر ہلاتے ہوئے کار ایک سائیڈ پر کرنی شروع کی اور پھر اس نے سائیڈ پر کر کے روک دی۔ یہ جگہ شہر سے خاصی دور تھی۔ اس لئے یہاں ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ لیکن اس کے باوجود یہاں فاصلے پر دکانیں اور کیفے وغیرہ موجود تھے۔ میتھوئس نے بھی کار روکتے ہی ریو الو رنکال لیا۔

”پہلے اس کی تلاشی لو۔“ بارک نے میتھوئس سے کہا۔ اور سوپر فیاض نے بغیر کہے ماتھا اٹھا لئے۔ تاکہ میتھوئس اطمینان سے تلاشی لے لے۔

”کوئی اسلحہ نہیں ہے۔“ میتھوئس نے تلاشی لینے کے بعد کہا۔ ظاہر ہے سوپر فیاض تو فنکشن اسٹڈ کر کے آیا ہوا تھا۔

”اب میری طرف منہ کر دو۔“ بارک نے کہا اور فیاض بیٹھے بیٹھے پیچھے کی طرف مڑ گیا۔ اس کے چہرے پر ہوا سیاں اڑ رہی تھیں۔

”سنو۔ اگر تم اپنی جان اور اپنی بیوی کی عزت اور جان بچانا چاہتے ہو تو ہم سے پورا پورا تعاون کر دو۔ ورنہ تمہیں مارنے سے پہلے تمہارے سامنے تمہاری بیوی کو ہمارے گروپ کے دس افراد بے آبرو کر دیں گے۔ اور اس کے بعد تم دونوں کی لاشیں گٹر میں پھینک دی جائیں گی۔“ بارک نے غراتے ہوئے کہا۔

”تت۔ تت۔ تم کیا چاہتے ہو۔“ فیاض نے رو دینے والے لہجے میں پوچھا۔ بیوی والی بات نے اس کے اوسان اور بھی خطرناک کر دیئے تھے۔

”دیکھو مجھے تم سے کوئی مطلب نہیں۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ



تم مجھے بتاؤ کہ اس وقت تمہارا دوست علی عمران کہاں ہوگا۔  
بارکمر نے کہا۔

”علی عمران۔۔۔ وہ اپنے فلیٹ پر ہوگا۔ وہ اس وقت اور کہاں جاسکتا ہے۔“ فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔ اب اس کے چہرے پر ابھرنے والی پریشانی غائب ہونے لگی۔ کیونکہ اس کے نزدیک یہ کوئی ایسا مسئلہ نہ تھا۔ جس پر وہ اپنی جان بھی ضائع کرتا اور بیوی کی عزت بھی۔ اور دوسری بات یہ کہ اُسے معلوم تھا کہ عمران اپنا تحفظ خود کرنے کے قابل ہے۔ اس لئے اس کے متعلق بتا دینے سے کوئی نقصان اُسے بھی نہیں پہنچ سکتا۔

”کیا خبر ہے اس کے فلیٹ کا اور پتہ۔“ بارکمر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

”کنگ روڈ پر دوسو نمبر فلیٹ ہے۔ اس کا۔ وہ اپنے باورچی سلیمان کے ساتھ وہاں رہتا ہے۔“ فیاض نے جلدی سے جواب دیا۔

”اس پتے کو چھوڑو۔ اس کے متعلق تو ہمیں اتنا بھی معلوم ہے کہ یہ فلیٹ تمہاری ملکیت ہے۔ وہ اس فلیٹ میں نہیں ہے اور نہ ہی وہ اب جائے گا۔ اس کا اور پتہ بتاؤ۔ اور سنو۔ صرف پتہ بتانے سے کام نہیں چلے گا۔ عمران کی دہاں موجودگی ضروری ہے۔ اس لئے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔“ بارکمر نے کہا۔

”دوسرا پتہ۔۔۔ اہ۔ مجھے اس کے صرف ایک اور پتے کا علم ہے۔ لیکن وہ دہاں کبھی کبھار ہی جاتا ہے۔ وہاں اس کے دو حبشی ساتھی رہتے

ہیں۔ رانا ناؤس اس عمارت کا نام ہے۔ اور ٹیبل روڈ پر واقع ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اب وہاں ہو۔“ فیاض نے جلدی سے رانا ناؤس کا پتہ بتاتے ہوئے کہا۔

”وہاں فون تو ہوگا۔“ بارکمر نے کہا۔

”یقیناً ہے۔“ فیاض نے جواب دیا۔ اب وہ پوری طرح

سنبھل چکا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ تم وہاں فون کرو گے اور عمران سے بات کرو گے۔ اس سے کوئی بھی بہانہ بنا دینا۔ لیکن اگر تم نے اُسے ہمارے متعلق کوئی اشارہ بھی کرنے کی کوشش کی تو پھر تمہارے اور تمہاری بیوی کے ساتھ وہی ہوگا جو میں پہلے کہہ چکا ہوں۔“ ہاں اگر عمران وہاں موجود ہوا۔ اور تم نے کوئی اشارہ نہ کیا تو پھر تم آزاد ہو گے۔“ بارکمر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں فون کر لیتا ہوں۔“ فیاض نے فوراً رضامند ہوتے ہوئے کہا۔

”میتھوئس۔ کسی پبلک فون بوتھ پر گاڑی روکو۔“ بارکمر نے میتھوئس سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور میتھوئس نے سر ہلاتے ہوئے ریڈ اور جیب میں رکھا اور کار سٹارٹ کر کے اس نے واپس منوٹلی۔ تھوڑی دیر بعد اُسے سڑک کے کنارے ایک پبلک فون بوتھ نظر آ گیا۔ تو اس نے کار اس کے قریب جا کر روک دی۔

”چلو نیچے اترو۔ ایک بار پھر کہہ رہا ہوں کوئی شہرت کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ میرے ساتھی بھوکے بھیڑیوں کی طرح تمہاری حسین بیوی پر چھپیٹ پڑیں گے۔“ بارکمر نے کار سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

اند فیاض کان دبلے نیچے اتر آیا۔

”میری بیوی کہاں ہے“ فیاض نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔  
”نکرنہ کرو۔ جب تک تم تعاون کرتے رہو گے۔ وہ بالکل محفوظ رہے گی۔“ بارکر نے سر ملاتے ہوئے کہا اور فیاض کو ہمراہ لئے وہ فون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ ریو اور اس نے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا تھا۔

”سنو گھبراہٹ مت ظاہر کرنا میں اسے بھی اشارہ سمجھوں گا“  
بارکر نے سر دھجے میں کہا۔ اور فیاض نے سر ملادیا۔ بارکر اس کے ساتھ ہی بوتھ کے اندر کھڑا تھا۔

فیاض نے جلدی سے سکوں والی چھوٹی جیب بٹولی اور پھر سکے نکال کر اس نے ریو رکھا دیا اور سکے خانے میں ڈال کر نمبر گھما کر شروع کر دیئے۔ بارکر کی آنکھیں نمبروں پر جمی ہوئی تھیں۔ ادب اس نے ریو اور بھی کوٹ کی جیب سے باہر نکال لیا تھا۔ البتہ اس نے کان ریو کے قریب کر رکھا تھا۔ ریو کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دے رہی تھیں۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ریو اٹھایا گیا۔  
”یس۔ جو ذف دی گریٹ سپیکنگ۔“ ریو میں سے ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”جو ذف میں سپرنٹنڈنٹ فیاض بات کر رہا ہوں۔ عمران سے ایک امیر جنسی بات کرنی ہے۔ اگر وہ یہاں ہو تو اس سے بات کرنا“  
فیاض نے لہجے کو مطمئن اور نامل بناتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے ہولڈ کریں۔“ دوسری طرف سے جواب ملا اور

بارکر کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ ہولڈ کریں کا مطلب یہی تھا کہ عمران وہاں موجود ہے۔ اس کی ترکیب کامیاب رہی تھی اور اس نے آخر کار عمران کا نیا ٹھکانہ ڈھونڈ نکالا تھا۔

”کیا ہوا سو فیاض۔ کیا کسی کتے نے کاٹ کھایا ہے“  
چند لمحوں بعد دوسری طرف سے عمران کی چمکتی ہوئی آواز سنائی دی۔  
”متہارے ہوتے ہوئے اور کس کی مجال ہے کہ مجھے کاٹ لے“  
فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دوسری طرف سے عمران کے حلق سے نکلنے والے بے اختیار قہقہے سے ریو گونج اٹھا۔  
فیاض کا دماغ اپنی جان اور بیوی کی عزت کے بچاؤ کے لئے ضرورت سے زیادہ ہی تیز ہو گیا تھا۔ ورنہ شاید عام حالات میں وہ اس قدر خوب صورت اور ذومعنی جواب نہ دے سکتا۔

”واہ آج تو بڑے ذہین ہو گئے ہو۔ خیریت ہے۔“ عمران نے اس کے جوابی فقرے کا لطف لیتے ہوئے پوچھا۔

”عمران۔ میں نے متہارے فلیٹ فون کیا تھا۔ سلیمان نے بتایا کہ تم غائب ہو۔ اس لئے میں نے سوچا کہ شاید تم یہاں ہو۔ متہارے ڈیڈ می نے ایک اور حکم دیا ہے اور مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کیا کروں۔“ فیاض نے سنجیدہ لہجے میں کہا وہ جان بوجھ کر کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کر رہا تھا جس سے بارکر مشکوک ہو جاتا کہ اس نے کوئی اشارہ کیا ہے ورنہ وہ کہنے ہی لگا تھا کہ متہارے ڈیڈ می نے میرے گلے میں ایک اور مصیبت ڈال دی ہے۔

”پھر کیا ہوا۔ جس کے لئے تم اس وقت اتنے پریشان ہو“

عمران نے چونک کر پوچھا۔

”ایک بدنام سمگلر ہے۔ بلیک دہسکی۔ تم نے یقیناً اس کا نام سنا ہوگا۔“ فیاض نے کہا۔ اور بلیک دہسکی کا نام سن کر بار کر بے اختیار چونک پڑا۔ اور یہاں پر اس کی گرفت مضبوط ہو گئی۔

”ہاں سنا تو ہوا ہے۔ کون ہے وہ۔“ عمران نے جواب دیا۔ یہی مجھے معلوم ہوتا تو پھر تمہیں ضرور ڈھونڈھتا پھرتا۔ اس کا

صرف نام ہی نام ہے۔ آج تک یہ ٹریس نہیں ہو سکا کہ بلیک دہسکی کون ہے۔ اور سر رجمان کو بجائے کیا سوچھی ہے کہ مجھے حکم دے دیا ہے کہ صبح تک بلیک دہسکی کو پیش کر دوں ورنہ نوکری سے استعفیٰ دے دوں۔ اب بتاؤ میں اُسے کہاں سے ڈھونڈھلاؤں۔ اور

اپنے ڈیڑھی کی عادت تم جانتے ہو۔ صبح انہوں نے واقعی مجھ سے استعفیٰ لے لیتا ہے۔“ فیاض نے رد دینے والے لہجے میں کہا۔

”تو پھر میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ تم جانتے ہو آج کل کوٹکی کا دور ہے۔ میں اتنی مہنگی شراب یعنی بلیک دہسکی کیسے خرید کر تمہیں دے سکتا ہوں۔“ عمران کی آواز سنا کر دی۔

”ادہ میں شراب کی بات نہیں کر رہا۔ سمگلر کی بات کر رہا ہوں۔ اور تم کوٹکی کی بات نہ کرو۔ صبح تک کسی طرح بلیک دہسکی کو ڈھونڈھ دو۔ جتنی رقم کہو گے میں نے دوں گا۔“ فیاض نے آخر کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا وعدہ۔“ عمران نے کہا۔

”چکا وعدہ۔“ فیاض نے فوراً جواب دیا۔

”بس۔ تم صبح ایک بلیک چیک تیار رکھنا رقم میں خود ہی بھریں گا اور بلیک دہسکی صبح ڈیڑھی کے سامنے کھڑا اعتراف جرم بلکہ اعتراف جرم کر رہا ہوگا۔“ عمران نے کہا۔

”کیا مطلب۔ مجھے بھی تو بتاؤ کہ صبح تم نے کہہ دیا کہ نہیں ملا تو پھر میں کیا کروں گا۔“ فیاض نے جرح کرتے ہوئے کہا۔

”ارے تم خواہ مخواہ گھبرا رہے ہو۔ جاؤ اطمینان سے سو جاؤ۔ صبح جوانا کو تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ ڈیڑھی اُسے نہیں جانتے تم اُسے بلیک دہسکی کے طور پر پتھکڑی لگا کر ڈیڑھی کے سامنے پیش کر دینا۔

بلیک تو وہ ہے ہی۔ دہسکی بھی بن جائے گا۔ کہانی کوئی بھی بتا دین۔ تمہاری نوکری کی اور میری رقم کھری۔ جوانا اعتراف کرے گا اور ظاہر ہے۔ ڈیڑھی نے اُسے کوئی تو نہیں مار دینی مقدمہ ہی چلائیں گے۔ پھر جوانا کو فرار ہونے سے کون روک سکتا ہے۔ بولو کیسا ڈرامہ رہے گا۔“

عمران نے کہا۔

”لیکن جوانا تو اصل بلیک دہسکی نہیں ہے پھر.....“ فیاض نے تذبذب بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں ہے تو بن جائے گا۔ یا ر خود سوچو تمہاری نوکری جلی گئی تو سلیمان کا خرچہ کون برداشت کرے گا۔ میرا کیا ہے میں تو بھوکا بھی رہ سکتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”اچھا پھر کس وقت بیچو گے۔“ فیاض نے رضامندی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

”جس وقت کہو اور جہاں کہو۔“ عمران نے کہا۔



"صبح آٹھ بجے اُسے میری رہائش گاہ پہنچ دینا۔ میں وہیں سے اُسے سیدھا سررحمان کے پاس لے جاؤں گا۔ اور سونو جوانا کو میں کہوں گا کچھ نہیں بے فکر رہو۔" فیاض نے کہا۔

"تم نے شک کہہ کر دیکھ لینا۔ پھر وہ اصل بلیک دہسکی بن جائے گا۔ اور تم جانتے ہو بلیک دہسکی کا ایک پیگ آدمی کو گٹر کی سیر کر دیتا ہے" عمران نے کہا۔

"اچھا اچھا میں جانتا ہوں۔ پھر میں مطمئن رہوں۔" فیاض نے

کہا۔

"ہاں۔ لیکن جوانا پہلے بلیک چیک وصول کرے گا پھر بلیک دہسکی بنے گا۔ اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا۔" عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" فیاض نے کہا۔ اور پھر اور کے کہہ کر سیور رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ یوں تیز تیز سانس لینے لگا جیسے اس کے اعصاب سے ٹنوں بوجھ اتر گیا ہو۔

"خوب۔ واقعی تم پوری طرح تعاون کر رہے ہو۔ لیکن یہ بلیک دہسکی کون ہے۔" بارکر نے باہر چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ایک خفیہ سمگلنگ تنظیم کا سرغنہ ہے۔ پتہ ہی نہیں چلتا کون ہے۔ سررحمان عمران کے ڈیڑھی ہیں۔ اور سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل ہیں۔ کل ہی وہ ہسپتال سے واپس آئے ہیں اور آج واقعی انہوں نے بلیک دہسکی کو فوری طور پر ٹریس کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں نے لمبی بات اس لئے کی تھی کہ عمران کو شک نہ پڑے ورنہ عمران تو اپنے سلسلے سے بھی ہوشیار رہتے والا آدمی ہے۔" فیاض نے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ تم مانا ہاؤس کے اندر گئے ہو۔" بارکر نے باہر نکل کر اُسے دوبارہ کار میں بٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں کی بار گیا ہوں۔ کیوں۔" فیاض نے بارکر کے سوال کا مقصد سمجھ بغیر جواب دے دیا۔

"تو پھر اس کے اندر کا محل وقوع اور نقشہ تفصیل سے بتاؤ۔ اور سونو۔ تم اس وقت تک میرے ساتھیوں کے پاس رہو گے جب تک میں تمہارے اندر کے بتائے ہوئے نقشے کی تصدیق نہ کر لوں گا۔ اور اگر تم نے غلط بتایا تو پھر مجھے بات دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔" بارکر نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں بتا دیتا ہوں۔ مجھے کیا ضرورت ہے اپنی جان خطرے میں ڈالنے کی۔ عمران جانے اور تم۔" فیاض نے جلدی سے کہا۔ اور پھر اس نے تفصیل سے اندرونی نقشہ بتا دیا۔ ظاہر ہے وہ اتنا ہی بتا سکتا تھا جتنا اس نے دیکھا ہوا تھا۔ نہ وہ کبھی مانا ہاؤس کے نیچے بنے ہوئے مخصوص تہہ خانوں میں گیا تھا اور نہ اُسے اس کا علم تھا۔

"ٹھیک ہے وہاں کتنے افراد ہوں گے۔" بارکر نے مطمئن انداز میں سر ملاتے ہوئے پوچھا۔

"دو جہتی اور ایک عمران۔ اس کے علاوہ اور کوئی وہاں نہیں رہتا۔" فیاض نے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ چلو میٹھوئس ٹیمیل روڈ چلو تاکہ ایک نظر مانا ہاؤس کو دیکھ لیا جائے۔" بارکر نے میٹھوئس سے کہا۔ اور میٹھوئس نے سر ملاتے ہوئے آگے بڑھا دی۔ اور پھر فیاض کے بتانے پر

وہ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ٹیمپل روڈ پر پہنچ گئے۔ اور فیاض نے دور سے رانا باؤس انہیں دکھا دیا۔ بارگم رکا نہیں بلکہ وہ سڑک سے گزرتے چلے گئے تھے۔

”او۔ گے۔ میتھوئس اب وہیں چلو یہاں سے ہم نے فیاض صاحب کو لیا تھا۔ یہ بے چارے کہاں ٹیکسیاں کھاتے پھریں گے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے۔ تو انہیں تکلیف نہیں پہنچی چلیے“۔ بارگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شکریہ شکریہ“۔ فیاض نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ میتھوئس مختلف سڑکوں پر چکر کاٹنے کے بعد جیسے ہی ایک قدے سنان سڑک پر پہنچا۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے بارگم نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریو اور کونال سے پکڑا۔ اور دوسرے لمحے کھٹاک سے اس نے بھاری ریو اور کا دستہ سامنے بیٹھے ہوئے فیاض کی کھوپڑی پر پوری قوت سے جمادیا۔ فیاض چیخ کر منہ کے بل ڈیش بورڈ پر گرا اور بارگم نے قدے اٹھ کر دوسری ضرب بھی لگادی۔ اور فیاض دو ضربوں سے ہی بے حس و حرکت ہو کر سائیڈ میں گر گیا۔

”چلو میتھوئس کسی ایسی جگہ اسے پھینک دیں۔ یہاں سے کم از کم تین چار گھنٹوں تک یہ عمران سے رابطہ قائم نہ کر سکے“۔ بارگم نے کہا۔

”گوئی بارگم پھینک دو باس۔ ہمیشہ کے لئے جان چھوٹ جائے گی“۔ میتھوئس نے سخت لہجے میں کہا۔

”خواہ خواہ پولیس اور انٹیلی جنس پیچھے بڑھ جائے گی۔ ہم نے عمران کا

خاتمہ کر کے یہاں سے واپس بھی جانا ہے“۔ بارگم نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

”اوہ ایس باس۔ مجھے اس کا خیال نہ آیا تھا“۔ میتھوئس نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

اب ان کی کار سمندر کی طرف جانے والی سڑک پر بڑھی جا رہی تھی۔ ان کی دونوں سائیڈوں میں ریت کے اونچے اونچے ٹیلے نظر آ رہے تھے۔

”بس ٹھیک ہے یہیں روک دو۔ اور اسے اٹھا کر دو در کہیں ٹیلوں میں پھینک آؤ۔ ویسے بھی دو تین گھنٹے تک تو اسے ہوش آنے کا نہیں اور پھر شہر تک پہنچیں اسے مزید دو گھنٹے لگ جائیں گے۔ اتنا وقفہ ہمارے لئے بہت ہے“۔ بارگم نے کہا اور میتھوئس نے کار ایک طرف کر کے روک دی۔ پیچھے آنے والی ان کے ساتھیوں کی کاریں بھی ایک ایک کر کے رک گئیں۔

میتھوئس نیچے اترا اور پھر گھوم کر وہ فیاض کی سائیڈ پر آیا اس نے دروازہ کھول کر فیاض کا بے ہوش جسم باہر کھینچا اور پھر اسے کانٹے بے ڈال کر وہ تیزی سے ٹیلوں میں داخل ہو گیا۔ بارگم اٹھ کر فیاض والی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ اب بیٹھا رانا باؤس کے اندرونی نقشے کے مطابق اس پر ریڈ کر کے کا منصوبہ سوچ رہا تھا۔ اس بار وہ بہ صورت میں کامیاب رہنا چاہتا تھا۔ آخر سوچ کر اس نے ایک فیصلہ کیا کہ پہلے وہ خود اندر جائے گا۔ اور صورت حال دیکھ کر باقی ساتھیوں کو اندر داخل کرے گا۔ چونکہ بقول فیاض عمارت بہت بڑی تھی اس لئے

اس نے بے ہوش کمرہ دینے والی گیس کا بم پھینکنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔  
تھوڑی دیر بعد میتھوئس واپس آگیا۔ اور اس نے ڈرائیونگ سیٹ  
سنبھال لی۔

”چلو اب واپس اس رانا ہاؤس۔ آج اس قضیے کو ہمیشہ کے لئے ختم ہو  
جانا چاہیئے۔“ بارکمر نے سخت لہجے میں کہا۔ اور میتھوئس نے سر ہلاتے  
ہوئے گاڑ واپس موڑ لی۔ اور پھر انہی سڑکوں سے واپس گزرتے ہوئے  
وہ دوبارہ ٹیبل روڈ پر پہنچ گئے۔

”کامیں یہاں قریب ہی ایک ہوٹل کے سامنے روک لو۔ وہاں پہلے  
بہت سی کامیں موجود ہیں۔“ بارکمر نے کہا۔  
اور چند لمحوں بعد ساری کامیں ہوٹل کی سائٹ میں رک گئیں۔ یہاں  
سے رانا ہاؤس تھوڑی ہی دور تھا۔

”بارکمر نے سب ساتھیوں کو ایک سائٹ پر اکٹھا کیا اور پھر انہیں  
اپنے منصوبے کے متعلق تفصیلات بتانے لگا۔ وہی منصوبہ کہ پہلے وہ  
خود اندر جائے گا اور اس کے بعد واپس ٹرانسمیٹر پر وہ اگر امیر خنسی کا شن  
دے تو فائرنگ کرتے ہوئے وہ اندر داخل ہوں۔“ یا اگر امیر خنسی کی  
ضرورت پیش نہ آئی تو پھر میں واپس ٹرانسمیٹر پر بدایات دے دوں گا۔“  
بارکمر نے کہا۔

”باس۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اندر چلا جاؤں۔ آپ باہر  
رہیں۔“ میتھوئس نے کہا۔

”نہیں۔“ عمران بے حد خطرناک آدمی ہے۔ اس لئے میرا اپنا جانا  
ضروری ہے۔“ بارکمر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر آپ مجھے ساتھ لے جائیں۔“ میتھوئس نے کہا۔  
”نہیں۔“ تم یہیں ٹھہرو۔ تاکہ میری ہدایات پر صحیح طریقے  
سے عمل ہو سکے۔ اور سنو۔ کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیئے۔“  
بارکمر نے کہا۔

اور پھر وہ رانا ہاؤس کی طرف چل پڑا۔ جب کہ اس کے ساتھی  
وہیں رہ گئے۔



عمران نے سیور رکھا اور پھر مسکراتے ہوئے وہ واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ آج دانش منزل سے وہ فلیٹ پر جانے کی بجائے رانا لکھنوی میں آ گیا تھا۔ کیونکہ اُسے یقین تھا کہ اس کے فلیٹ کی لائڈنگ نگرانی کی جا رہی ہوگی۔ البتہ اس نے بلیک زیرو کو کہہ دیا تھا کہ وہ صبح ہوتے ہی میران کو شہر میں پھیلا دے تاکہ اگر کہیں جعلی نمبر پلیٹوں والی کاریں نظر آجائیں تو وہ ان کی نگرانی کریں۔ اُسے یقین تھا کہ مجرم اتنی جلدی کاروں کی نمبر پلیٹیں تبدیل نہ کریں گے۔ کیونکہ ان کے لئے اتنا اطمینان ہی کافی ہوگا کہ نمبر پلیٹیں جعلی ہیں۔ اس لئے کاریں ٹریس نہ ہو سکیں گی۔ یہ نمبر پلیٹیں اس نے ان کاروں کی بلیک زیرو کو بتائی تھیں جو پہلے ہی نگرانی سے واپس چلی گئی تھیں کیونکہ بعد والی دونوں کاریں تو ظاہر ہے اس کوکھی کے ساتھ ہی تباہ ہو گئی ہوں گی۔ عمران کو یقین تھا کہ یاد کر اب اُسی سپاٹ پر گیا ہوگا۔

جہاں وہ پہلے والی کاریں گئی تھیں۔ دوسرا اُسے صفحہ کی طرف سے کسی اطلاع کا انتظار تھا۔

عمران کے آنے کی وجہ سے جوانا اور جوزف دونوں کی ہی عید ہو گئی تھی۔ اور حسب سابق جوانا اور جوزف نے گلہ بھی شروع کر دیا کہ وہ فارغ بیٹھے بیٹھے بور ہو گئے ہیں۔ جس وقت فیاض کا فون آیا اس وقت عمران ان کے ساتھ بیٹھا منصوبہ بنا رہا تھا کہ انہیں مصروف رکھنے کے لئے کیا کیا جائے۔ سابقہ بلیک ڈیٹہ تنظیم کا بھی ذکر آیا لیکن عمران نے یہ کہہ کر اُسے روک دیا کہ جوزف اور جوانا دونوں اپنی حدود سے باہر نکل جاتے ہیں۔

”ہاں تو باس پھر کون سی تنظیم ہوگی جس میں ہم دونوں کام کریں گے۔“ فیاض کا فون سن کر عمران کے واپس آتے ہی جوانا نے کہا۔

”بلیک ویسکی“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
”بلیک ویسکی کہاں ہے باس۔“ جوزف نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے نذیر سے لہجے میں کہا۔ اور عمران اس کے اس انداز پر ہنس پڑا۔

”بلیک ویسکی تنظیم کا نام ہوگا۔ اور جیسا کہ اس کا نام ہے۔ تم نے سمجھ کر دل کے خلاف کام کرنا ہے۔ چونکہ سیکرٹ سرورس کا فیلڈ سمگلنگ نہیں ہے۔ اس لئے میں براہ راست اس میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ اور دوسرا مجھے فرصت نہیں ملتی۔ اس لئے تم دونوں نے اس تنظیم کو چلانا ہے۔ ملک میں موجود تمام سمگلنگ تنظیموں اور

ریکٹوں کے خلاف تم نے کام کرنا ہے۔ اور سنو۔ صرف بڑی مچھلیوں پر ہاتھ ڈالنا ہے۔ تاکہ ملک کی معیشت کو کھوکھلا کر دینے والی ان مجرم تنظیموں کا پوری طرح خاتمہ ہو جائے۔ مہادی تنظیم کا ایک ممبر سلیمان بھی ہوگا۔ اُسے بھی جاسوسی کرنے کا بہت شوق ہے۔ اور میں ٹائیگر کو بھی کہہ دوں گا۔ وہ فارغ وقت میں مہادی امداد کرے گا۔ اور انتہائی ضرورت کے وقت ظاہر ہے۔ میری خدمات بھی بلا معاوضہ تمہیں حاصل ہوں گی۔“ عمران نے باقاعدہ تنظیم کے مقاصد اور اراکین کا انتخاب کرتے ہوئے کہا۔

”اس کا بیڈ کوارٹر اور اس کا چیف کون ہوگا“۔ جو انانے پوچھا۔

”ظاہر ہے چیف میں ہی ہوں گا۔ میں تم سے سینئر ہوں“ جوذن نے فوراً ہی اپنے متعلق کہا۔

”تم اگر چیف بن گئے تو پھر ہو چکا کام۔ چیف میں ہوں گا“ جو انانے بڑا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

”سنو سنو۔ آپس میں نہ لڑو۔ اس طرح کر لو۔ بلیک ایک بن جائے اور دوسری دوسرا“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بس ٹھیک ہے فیصلہ ہو گیا۔ میں دوسری اور تم بلیک“ جوذن نے فوراً ہی شراب کو اپنے کھاتے میں ڈالتے ہوئے کہا۔

”یہ کیا بات ہوئی ماسٹر۔ کیا دو تنظیمیں ہوں گی“۔ جو انانے حیران ہو کر پوچھا۔

”ہاں دو تنظیمیں تو نہیں بن سکتیں۔ چلو اس طرح کر لو کہ فیصلہ افریقی

دیوتا کٹنگ سانپ کے سر پر موجود تاج پر چھوڑ دو۔ وہ جسے چاہے چیف بنا دے۔“ عمران نے شرارت بھرے لہجے میں جوذن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”فارگا ڈسک۔ یہ تم نے کس کا نام لے لیا۔ او کٹنگ سانپ اور وہ ایک لمحے میں پوری دنیا کو پھونک سکتا ہے۔“ جوذن کا رنگ اس دیوتا کا نام سنتے ہی زرد پڑ گیا۔ جب کہ جو انانہ حیرت سے عمران اور جوذن کو دیکھنے لگا۔ وہ تھا تو وحشی۔ لیکن نسلوں سے ایکوہیا میں رہنے کی وجہ سے اُسے ان افریقی دیوتاؤں اور ان کے متعلق توہمات کا کوئی علم نہ تھا وہ تو جدید ترین دور کا آدمی تھا۔ اس لئے اس کی حیرت بجا تھی۔

”تو پھر ٹھیک ہے فیصلہ کٹنگ سانپ پر چھوڑ دیں۔ سوچ لو۔ اس نے جو فیصلہ کیا۔ اس پر اگر تم نے ایک لمحے کے لئے بھی غمل نہ کیا یا عمل نہ کرنے کا سوچا تو پھر تم کٹنگ سانپ دیوتا کے عذاب میں پھنس جاؤ گے۔“ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے بس ٹھیک ہے جو فیصلہ وہ کر دے مجھے منظور ہے۔ لیکن وہ کیسے فیصلہ کرے گا۔“ جوذن نے جلدی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس کا طریقہ مجھے معلوم ہے۔ شوگالی قبیلے کے وچ ڈاکٹر نے مجھے بتایا تھا۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”شوگالی قبیلے کا وچ ڈاکٹر۔ اور وہ تو کائنات کا ازدان ہے۔ اس کی بات سچی ہے۔“ جوذن اور زیادہ ڈر گیا۔ عمران نے جان بوجھ

کمر اُسی کا نام لیا تھا۔ وہ جوزف کی ایک ایک رگ سے واقف تھا۔  
 "تو شور لی قبیلے کے وچ ڈاکٹر نے بتایا تھا کہ جب بھی کٹنگ سانسپ  
 دیوتا سے فیصلہ کرانا ہو۔ تو دونوں کے نام علیحدہ علیحدہ پمپوں پر لکھ کر  
 انہیں تہہ کر کے کٹنگ دیوتا کا نام لے کر زمین پر پھینک دی جائیں اور  
 پھر کٹنگ دیوتا کا نام لے کر ان میں سے ایک اٹھانی جائے جس کا نام  
 اٹھانے والی پرچی پر لکھا ہوگا وہ کٹنگ دیوتا کے فیصلے کے مطابق تنظیم کا  
 چیف ہوگا۔ اور دوسرے کو اس کے احکامات کی پوری طرح تعمیل کرنی  
 ہوگی۔" — عمران نے طریقہ کار بتاتے ہوئے کہا۔ اور جو نابے اُتھا  
 مسکرا دیا۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران نے فیصلہ پمپوں پر کرنے کے لئے  
 یہ سب ڈرامہ کیا ہے۔

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے باس۔ کٹنگ دیوتا کا فیصلہ منظور  
 ہے۔" — جوزف نے جلدی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔  
 "تمہارا کیا خیال ہے جوانا؟" — عمران نے جوانا کو آکھ مار تے  
 ہوئے پوچھا۔

"ظاہر ہے ماسٹر۔ کٹنگ دیوتا کے فیصلے سے میں باہر تو نہیں جا  
 سکتا۔" — جوانا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس  
 نے اٹھ کر میز سے کاغذ اٹھایا اُسے چھڑک کر دو پرچیاں بنائیں اور ان پر  
 نام لکھ کر اس نے انہیں تہہ کر کے گولیاں سی بنا دیں۔

"اب جوزف تم خود کٹنگ دیوتا کا نام لے کر انہیں زمین پر پھینکو اور خود  
 ہی کٹنگ دیوتا کا نام لے کر اٹھاؤ۔ فیصلہ ہو جائے گا۔" — عمران نے

پرچیاں جوزف کو دیتے ہوئے کہا۔ اور جوزف نے پرچیاں لے کر  
 بڑے احترام سے کٹنگ دیوتا کا نام لے کر دونوں کوزین پر پھینکا اور  
 پھر انتہائی عقیدت سے دونوں بیٹھ کر کٹنگ دیوتا کا نام لیتے ہوئے  
 آنکھیں بند کر کے ایک پرچی اٹھالی۔

"اب خود ہی کٹنگ دیوتا کا فیصلہ پڑھ لو۔ اور میں بھی بتا دو۔"  
 عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور جوزف نے بڑے عقیدت مندانہ  
 انداز میں پرچی کی تہیں کھولیں۔ جب کہ عمران نے زمین پر بیٹھی ہوئی  
 دوسری پرچی اٹھا کر حبیب میں ڈال لی۔ جوزف پرچی کھول کر چنہ لکھے  
 اُسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لی۔  
 "ماسٹر جوانا۔" — جوزف نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھا  
 اور جوانا کے سامنے رکوع کے بل جھک گیا۔

"میں کٹنگ دیوتا کا فیصلہ تسلیم کرتا ہوں۔ تم چیف ہو گئے ماسٹر  
 جوانا اور میں تمہارے احکامات کی پوری پوری تعمیل کروں گا۔"  
 جوزف نے بڑے عقیدت مندانہ لہجے میں کہا۔

"شکریہ جوزف۔ بہر حال تم فکر نہ کرو تم سیکڑہ چیف ہو گئے۔ اور  
 ہم نے مل کر کام کرنا ہے۔" — جوانا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔  
 "جلو اب چیف کا فیصلہ ہو گیا۔ باقی یہی بیٹھ کر اڑٹھ دالی بات تو یہ  
 رانا کا دس تمہارا بیٹھ کر اڑٹھ ہوگا۔ یہاں تمہارے لئے بہر قسم کا اسلحہ  
 بھی موجود ہے اور دوسرا سامان بھی کایں بھی تین چار ہیں۔" — عمران  
 نے مسکراتے ہوئے کہا اور دونوں نے سر ہلا دیئے۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم دونوں جا کر اپنے اپنے کمروں میں میندے کے



مڑے لوٹو۔ میں نیچے لیبارٹری میں جا کر کچھ کام کر دوں گا۔“ عمران نے کسی سے لکھتے ہوئے کہا۔ لیکن اس سے پہلے کوئی اس کی بات کا جواب دیتا۔ اچانک دور ہلکا سا دھماکہ سنائی دیا۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی رانا ماؤس کے عقبی طرف کودا ہو۔ جوزف اور جوان بھی چونک پڑے۔ میرے خیال میں کوئی رانا ماؤس میں داخل ہوا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”میں دیکھتا ہوں۔“ جوان نے تیز لہجے میں کہا اور سائیڈ ہوسٹر سے لگا ہوا ریو اور نکال کر وہ تیزی سے کمرے۔ باہر نکل گیا عمران اور جوزف بڑے چومنے انداز میں بیٹھ دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لیکن مقوڑی دیر بعد جوان داخل آگیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔ ”نہیں ماسٹر۔ میں نے سب چیکنگ کر لی ہے۔ کہیں اور دھماکہ ہوا تھا۔ اندر کوئی نہیں ہے۔“ جوان نے کہا۔

”اور کے ٹھیک ہے۔ میں پھر لیبارٹری میں جا رہا ہوں۔“ عمران نے کہا۔ اور مطمئن انداز میں اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

بارکرا رانا ماؤس کے عقبی طرف پہنچ کر کھڑک گیا۔ رانا ماؤس کی دیواریں کسی قلعے کی طرح اونچی اور مضبوط تھیں۔ اصل عمارت درمیان میں تھی۔ سامنے اور عقبی طرف لان تھے۔ بارکرا چند لمحے نو اندر جانے کی ترکیبیں سوچتا رہا، اور پھر اچانک اُسے ایک ترکیب سوجھ گئی۔ ملحقہ عمارت کی عقبی دیوار چھوٹی تھی۔ جب کہ اس عمارت کا ایک شیڈ رانا ماؤس کی سائیڈ میں خاصا جھکا ہوا تھا۔ چنانچہ بارکرا ملحقہ عمارت کی دیوار پر بیٹھ گیا۔ اور پھر آہستہ سے دوسری طرف کود گیا۔ یہ عمارت کوئی دفتر سا ناک رہی تھی۔ چند لمحے وہ دیوار کے ساتھ دبکا رہا۔ لیکن جب اس کے نیچے کودنے کا کوئی رد عمل نہ ہوا تو وہ آہستہ سے اٹھا اور عمارت کی عقبی سائیڈ پر پہنچ کر اس نے ایک دیوار کے ذریعے اوپر جانے کا فیصلہ کیا۔ یہ پائپ اس شیڈ کے بالکل قریب تھا جو رانا ماؤس کی طرف جھکا ہوا تھا۔ بارکرا چند ہی لمحوں

میں بڑی بھرتی سے پائپ پر چڑھتا ہوا ادیجا ہوا۔ لیکن شیطیتک پہنچنے سے پہلے ہی اُسے تیزی سے اپنا سر جھکا نا پڑا۔ کیونکہ ایک دیو قامت حبشی ہاتھ میں دیوار کی پٹے رانا ہاؤس کی عقبی طرف گھوم پھر رہا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ چینگ کر رہا ہو۔ حبشی بے حد جسم اور دیو قامت تھا۔ بار کر پائپ سے چپکا ہوا اُسے سر اٹھا اٹھا کر دیکھتا رہا۔ کچھ دیر گھومتے پھرنے کے بعد وہ حبشی عمارت کے سامنے کے رخ چلا گیا۔ تو بار کر اوپر چڑھ کر شیطیت پر چڑھ گیا۔ احتیاط سے شیطیت پر چلتا ہوا وہ اس کے کنارے تک پہنچ گیا۔ یہاں سے رانا ہاؤس کی زمین زیادہ سے زیادہ دس فٹ بلند تھی۔ اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور پھر وہ شیطیت کے کنارے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر لٹک گیا۔ اس کا قد چھ فٹ کے قریب تھا۔ اس طرح زمین صرف چار فٹ نیچی رہ گئی تھی۔ اس نے آہستہ سے ہاتھ چھوڑ دیئے۔ اور دوسرے لمحے بالکل معمولی سے دھماکے سے اس کے قدم زمین پر جم گئے۔ قدم زمین پر پڑتے ہی وہ تیزی سے اچھلا۔ اور تیزی سے ایک بار کے پیچھے دبک گیا۔ لیکن شاید اس بار دھماکا اتنا ہلکا تھا کہ اس کی آواز کسی نے نہ سنی تھی اس لئے کوئی رد عمل نہ ہوا۔ بار کر کو چونکہ رانا ہاؤس کے اندرونی حصے کے متعلق معلومات حاصل تھیں۔ اس لئے وہ بار کے پیچھے سے نکلا اور احتیاط سے چلتا ہوا وہ سائیڈ میں آگے بڑھتا ہوا عمارت کے سامنے کے رخ پر آگیا۔ اس نے کوٹ کے اندر لگی ہوئی مشین گن ہاتھ میں لے لی تھی۔ اور وہ پوری طرح چونکا تھا۔ وہ دیوار کی سائیڈ میں دبکا سامنے کے رخ کا کافی

”ییس میتھوئس سپیکنگ اودر“ — چند لمحوں بعد ہی میتھوئس کی آواز سنائی دی۔

”میں بار کر بول رہا ہوں، میں نے رانا ہاؤس میں داخل ہو کر اندر سے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھول دی ہے۔ اور اب میں باہر موجود ہوں۔ عمارت کے اندر تینوں افراد عمارت کے اندرونی کمروں میں ہیں۔ تم اپنے ساتھیوں کو لے کر انتہائی احتیاط سے کھڑکی کے راستے اندر آ جاؤ۔ پھر ہم میں چار افراد عمارت کے اندر داخل ہوں گے جب کہ باقی افراد چاروں طرف پھیل کر نگرانی کریں گے۔ پھر جیسے ہی فائرنگ کی آوازیں سنیں گے وہ سب فائرنگ کرتے ہوئے عمارت کے اندر داخل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد جو نظر آئے اُسے گولیوں سے بھون ڈالنا اور“

بار کر نے میتھوئس کو تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔  
”لیکن باس تین افراد کو تو بغیر فائرنگ کے بھی قابو میں کیا جاسکتا ہے۔ یہ انتہائی گنجان علاقہ ہے اور شہر کا سنٹر ہے۔ فائرنگ کی آوازیں

بلند ہوتے ہی پولیس یہاں پہنچ جائے گی اور۔۔۔ دوسری طرف سے میتھوئس نے جواب دیا۔

”تمہاری بات درست ہے۔ میں نے عمران کا سر کاٹ کر بھی لے جانا ہے۔ اس لئے ٹھیک ہے ہم کوشش کریں گے کہ بغیر فائرنگ کے کام چل جائے۔ ایمر جنسی میں فائرنگ کی بھی اجازت ہے۔ بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا اور۔۔۔ بارکر نے کہا۔

”میں سہم آ رہے ہیں اور۔۔۔ دوسری طرف سے میتھوئس نے کہا۔ اور بارکر نے اور اینڈ آل کہہ کر واپس ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اور اس کے بعد وہ دوبارہ کھڑکی میں داخل ہو کر سائیڈ میں کھڑا ہو گیا کھڑکی اس نے کھول دی تھی۔ چند لمحوں بعد باہر سے میتھوئس کی شکل نظر آئی۔ اور پھر وہ اندر آ گیا۔ اس کے بعد باقی ساتھی بھی ایک ایک کر کے اندر داخل ہوتے رہے۔ اور دیوار کے ساتھ ساتھ کھڑے ہو گئے۔

جب میتھوئس کے علاوہ اٹھارہ افراد اندر داخل ہو گئے تو بارکر نے میتھوئس اور دو افراد کو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا اور باقی کو پھیل جانے کا۔۔۔ میتھوئس شاید پہلے ہی انہیں تفصیلی ہدایات دے چکا تھا۔ اس لئے وہ سب تربیت یافتہ افراد کی طرح عمارت کے گرد پھیلے گئے وہ سب ہر ممکن احتیاط کر رہے تھے۔ چار افراد عقبی طرف کو چلے گئے جب کہ دو افراد سائیڈوں میں رک گئے۔ بقیہ آٹھ افراد عمارت کے سامنے کے رخ پر سائیڈوں میں کھڑے ہو گئے۔ جب کہ بارکر میتھوئس اور اس کے دو ساتھی برآمدے میں داخل ہو کر اندر داخل ہوئے۔۔۔ برآمدے کے درمیان میں ایک راہداری تھی جس میں

روشنی تھی اور ایک کمرے کے دروازے سے روشنی باہر راہداری میں پڑ رہی تھی۔ بارکر اور میتھوئس اور اس کے ساتھی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دروازے تک پہنچے۔ اور پھر بارکر نے ذرا سا آگے ہو کر کمرے کے اندر جھانکا تو اس نے دونوں حبشیوں کو ایک میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ دیکھا۔ وہ دونوں میز پر رکھے ہوئے کسی کاغذ پر جھکے ہوئے تھے۔ ان کی پوری توجہ اسی کاغذ پر ہی تھی۔ بارکر نے میتھوئس اور اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ اور دوسرے لمحے وہ سب اچھل کر نہ صرف کمرے میں داخل ہوئے بلکہ تیزی سے پھیل گئے۔

”خبردار۔ ہاتھ اٹھا لو ورنہ گولیوں سے بھون ڈالوں گا“ بارکر نے اندر داخل ہوتے ہی چیخ کر کہا اور ان کے اندر داخل ہونے اور اس طرح للکارنے سے دونوں حبشی ایک تخت اچھل کر کھڑے ہوئے۔ جو زف اور جوانا دونوں کے ہاتھ تیزی سے سائیڈ ہولسٹروں کی طرف بڑھے لیکن بارکر کے دونوں ساتھیوں نے مشین گنوں کی نالیں ان کی سائیڈوں میں لگا دیں اور جوانا نے طویل سانس لیتے ہوئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ اس کے ہاتھ اٹھاتے ہی جو زف نے بھی ہاتھ اویچھے کر لئے۔ شاید اب وہ ذہنی طور پر کنگا دیوتا کی وجہ سے جوانا کی پیروی کر رہا تھا۔ البتہ جوانا اور جو زف دونوں کے چہروں پر ان لوگوں کو دیکھ کر شدید حیرت ابھر آئی تھی۔

”تم کون ہو اور یہاں کیسے داخل ہوئے“ جوانا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

اُسے دراصل غصہ اپنے آپ پر آ رہا تھا کہ اُسی نے آکر عمران سے



کہا تھا کہ کوئی اندر داخل نہیں ہوا ہے۔ حالانکہ ان کی یہاں موجودگی سے صاف ظاہر تھا کہ جو ان سے حماقت ہوئی ہے۔  
 "میتھوئس — تم جا کر اس عمران کو ڈھونڈو۔ وہ بھی یہیں کہیں موجود ہوگا۔" باد کو نے میتھوئس سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور میتھوئس سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

عمران نے رانا بادس کے نیچے بنے ہوئے مخصوص تہہ خانوں میں قائم کردہ اپنی ذاتی لیبارٹری میں آٹومیٹک ٹرانسمیٹ فیوز کی تیاری میں مصروف تھا۔ وہ جب سے بادرینہ سے واپس آیا تھا۔ اس نے اس کی باقاعدہ تیاری کا کام شروع کر دیا تھا۔ لیکن چونکہ اس میں کئی ایسے حساس اور جدید ترین آلات استعمال ہوتے تھے جو پاکیشیا میں ملنے ناممکن تھے اس لئے کچھ عرصہ تو ان آلات کو باہر سے درآمد کرنے میں لگ گیا۔ ابھی مزید چند آلات پہنچے بھی نہ تھے۔ لیکن عمران مسلسل کام میں مصروف تھا۔ وہ چاہتا تو سردار کی امداد حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کافی عرصے کے لئے سردار کی لیبارٹری میں رہ کر ان کے ساتھ کام کرتا۔ اس لئے عمران نے اپنا ارادہ بدل دیا تھا اور اس نے خود ہی اس آٹومیٹک ٹرانسمیٹ فیوز کی تیاری رانا بادس والی لیبارٹری میں شروع کر رکھی تھی۔ چونکہ ابھی پورے

پہلے میسر نہ تھے۔ اس لئے وہ کبھی کبھار فرصت ملنے پر یہاں آتا تھا۔ آج اس نے سوچا کہ موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے لیبارٹری میں کچھ مزید کام کر لیا جائے۔ اس لئے جوزف اور جوانا کو سونے کا کہہ کر وہ لیبارٹری میں آ گیا تھا۔ وہ لیبارٹری میں بیٹھا پورے اہٹاک سے کام میں مصروف تھا کہ اچانک تیز گھنٹی کی آواز سن کر مجرم ہی طرح چونک پڑا۔ اس کی نظریں دروازے پر جم گئیں جس کے اوپر سرخ رنگ کا بلب تیزی سے جل بچھ رہا تھا اور ساتھ ہی گھنٹی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ عمران چند لمحے خاموش بیٹھا رہا۔ یہ بلب اور گھنٹی کی آواز بتا رہی تھی کہ تہہ خانوں کے مخصوص راستے والے کمرے میں کوئی داخل ہوا ہے۔ اس نے ایسا سسٹم بنا رکھا تھا کہ جب بھی اس کمرے میں کوئی داخل ہوتا تہہ خانوں کے ہر کمرے میں بلب جلنے بجھنے لگتا۔ اور گھنٹی کی آواز آنی شروع ہو جاتی تھی۔ اس طرح اُسے پہلے سے پتہ چل جاتا کہ کوئی اب تہہ خانے میں آنے والا ہے۔ اور کوئی تیز جو وہ دوسروں کی نظروں سے اوجھل رکھنا چاہتا وہ اس کے آنے سے قبل ہی یہاں ہو جاتی۔ بلب چند لمحے جلتا بجھتا رہا اور گھنٹی کی آواز آتی ہی پھر بلب بجھ گیا اور آواز آنی بھی بند ہو گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ جو کوئی بھی اس کمرے میں داخل ہوا ہے وہ واپس چلا گیا ہے کیونکہ اگر وہ تہہ خانوں میں داخل ہوتا تو پھر صرف بلب جلتا بجھتا رہتا گھنٹی کی آواز بند ہو جاتی لیکن یہاں دونوں ہی اکٹھے بند ہوئے تھے۔ اس سے صاف مطلب تھا کہ کمرے میں آنے والا تہہ خانے کے راستے میں داخل نہیں ہوا۔ اور واپس چلا گیا ہے۔ رانا ماؤس میں اس وقت جوزف اور جوانا کے علاوہ اور

کوئی موجود نہ تھا اور ان دونوں کو اس بات کا علم تھا کہ اس کمرے داخل ہوتے ہی نیچے بیٹھے عمران کو ان کی آمد کا پتہ چل جائے گا۔ پھر وہ واپس کیوں ہو گئے اور ویسے بھی اگر وہ دونوں عمران سے بات کرنا چاہتے تو پیشل مائیک پر بات ہو سکتی تھی۔ عمران چند لمحے خاموش بیٹھا سوچتا رہا۔ اور پھر اس کے ذہن میں وہ دھماکہ ادا اس سے پہلے سو پر فیاض کی بات چیت کو بچ اٹھی۔ سو پر فیاض نے اس سے پہلے کبھی اس طرح رات کو رانا ماؤس فون نہ کیا تھا۔ پہلے تو شک کا کٹرا عمران کے ذہن میں رنگا تھا۔ لیکن پھر اس نے اس لئے اس شک کو جھٹک دیا تھا کہ شاید سر رحمان کے دباؤ کی وجہ سے وہ ایسا کرنے پر مجبور ہوا ہوگا۔ لیکن اب اُسے خیال آ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے بار کمرے نے کسی طور اُسے ٹریس کر لیا ہو اور پھر اس کے پریشور کی وجہ سے عمران کی رانا ماؤس میں موجودگی کا پتہ چلانے کے لئے اس نے فون کیا ہو۔ لیکن فیاض کا ہجہ بالکل نارمل اور اطمینان سے بھرا ہوا تھا اور پھر اس نے کوئی خاص لفظ بھی نہ بولا تھا جسے عمران اشارہ سمجھتا۔ بہر حال گھنٹی اور بلب نے اُسے چونکا دیا تھا۔ اور اگر اس کمرے میں مجرم آئے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ جوزف اور جوانا دونوں یا تو قتل ہو چکے ہیں یا پھر قابو کر لئے گئے ہیں۔ اور قابو ہونے پر فوراً اُسے خیال آیا کہ جوزف اور جوانا دوچار آدمیوں کے قابو میں آنے والے تو نہیں۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ مجرموں کی تعداد زیادہ ہوگی۔ یہی سوچتے ہوئے وہ تیزی سے اٹھا۔ اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور لیبارٹری سے باہر آکر وہ اوپر جانے والے راستے پر بڑھنے کی بجائے اس

خفیہ راستے کی طرف بڑھ گیا جو رانا پادشہ سے باہر نکلتا تھا۔ سرننگ منا اس راستے پر وہ انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا جلد ہی عمارت سے باہر عقی گلی میں پہنچ گیا۔ اور پھر وہاں سے اُسی طرح دوڑتا ہوا سامنے کے رخ پر آیا۔ عقی گلی میں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ جب وہ رانا پادشہ کے پھاٹک پر پہنچا تو اس کے ہونٹ دائرے کی صورت میں پہنچ گئے۔ پھاٹک کی پھوٹی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ وہ آہستہ سے کھڑکی میں داخل ہوا تو اس نے سامنے عمارت کی سائیدوں میں مشین گنوں سے مسلح آٹھ افراد کو عمارت کی طرف رخ کئے کھڑا دیکھا۔ سائیدوں میں بھی افراد نظر آ رہے تھے وہ اتنے سادے افراد کو وہاں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کھڑکی سے داخل ہو کر وہ تیزی سے پوکیا درلے کمرے کے دروازے کے اندر لپک گیا۔ اور پھر اس نے بڑی احتیاط سے دیوار میں لگی ہوئی ایک الماری کھولی۔ اور اس میں پہلے سے موجود ایک مشین گن باہر نکال لی۔ اس میں فل میگزین موجود تھا۔ اس کمرے میں اسلحہ اس نے امیر جنسی کے لئے رکھا ہوا تھا۔ مشین گن اٹھائے وہ باہر آیا۔ اور دو کمرے کے لئے اس نے مشین گن سیدھی کی اور ٹریگر دبا دیا۔ فضا ریٹ ٹیٹ کی آوازوں سے یک لخت گونج اٹھی اور اس کے ساتھ ہی انسانی چیخوں کا جیسے طوفان آ گیا۔ عمران نے انتہائی برق رفتاری سے سامنے موجود آٹھوں افراد کو خاک چاٹنے پر مجبور کر دیا۔ دوسرے لمحے عمران بجلی کی سی تیزی سے واپس دروازے میں داخل ہوا۔ کیونکہ سائیدوں سے اس پر مشین گن کی گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی تھی۔ عمران کمرے میں داخل ہوتے ہی انتہائی تیز رفتاری سے سائید کی ادبچی ردشندان نما جالی کی طرف بڑھا۔

اس نے وہاں موجود سٹول نزدیک کیا اور بجلی کی سی تیزی سے ادب چڑھ کر اس نے مشین گن کی نال سو راخ میں رکھی اور دوسرے سو راخ سے بھاٹکنے لگا۔ اس نے تقریباً آٹھ افراد کو مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے ایک دائرے کی صورت میں کمرے کی طرف بڑھتے دیکھا تو دانت بھینچ کر اس نے فائر کھول دیا۔ اور دوسرے لمحے چار افراد اچھل کر زمین پر گرے جب کہ باقی چار دوڑ کر سائید میں ہو گئے۔ اور اس طرح اس کی نظروں سے ہٹ گئے۔ عمران نے سٹول سے چھلانگ لگائی اور تیزی سے دروازے پر آیا۔ گولیاں اب بھی مسلسل دروازے پر پڑ رہی تھیں۔ عمران نے مشین گن کی نال کو باہر نکالا اور اندازے سے فائرنگ شروع کر دی۔ دو ادبچیں بلند ہوئیں اور اس کے ساتھ ہی یک لخت فائرنگ بند ہو گئی۔ عمران تیزی سے اچھل کر دروازے کی دوسری سائید پر ہوا اور اس نے رینج سے فائر ادبچا ہو کر باہر چھلانگ۔ اور پھر بجلی کی سی تیزی سے سر مثالیہ ایک لمحے کا وقفہ رہا۔ ورنہ اس بار اس کی کھوپڑی مشین گن کی گولیوں کی زد میں آجاتی۔ فائرنگ دوبارہ شروع ہو گئی تھی۔ لیکن اب عمران فائرنگ کی وجہ سے ان کی کوکیشن سمجھ گیا تھا۔ وہ ایک بار پھر اچھل کر سٹول پر چڑھا اور اس نے نال کو اور زیادہ سو راخ سے باہر نکال کر گن کو ممکن حد تک دائیں طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ دوسرے لمحے ایک ادبچہ سنائی دی اور عمران ایک بار پھر سٹول سے اچھل کر نیچے آ گیا۔ اب ایک آدمی رہ گیا تھا۔ نیچے آتے ہی اس نے دروازے کی آڑ سے فائرنگ شروع کی۔ لیکن اب دوسری طرف سے فائرنگ بند ہو گئی تھی۔ عمران یک لخت



اچھلا اور جیسے عقاب کسی پرندے پر چھپتا ہے۔ اس طرح اٹتا ہوا دروازے کے باہر زمین پر گما۔ اور پھر انتہائی تیزی سے کمر وٹیں بدل کر پھاٹک کے ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ اُسی لمحے ایک خوف ناک دھماکہ ہوا اور پورا کمرہ تنکوں کی طرح فضا میں اٹتا چلا گیا۔ اگر عمران کو ایک لمحے کی دیر ہو جاتی تو کمرے پر پھینکے جانے والے بم نے اس کے پرچے اٹا دیتے تھے۔ عمران ستون کی آڑ میں دیکھا ہوا تھا۔ اس لئے کمرے سے بلے کی بادش سے محفوظ رہا۔ اُسی لمحے بم پھینکنے والا ایک بڑے گمکے کی آڑ سے نکل کر بے تحاشا کمرے کی طرف دوڑا۔ اس نے شاید عمران کو باہر نکلنے نہ دیکھا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ اس وقت بم نکال رہا ہو۔ اور اُسی ایک لمحے میں عمران باہر کی طرف چھپٹ گیا تھا۔ یقیناً یہی وجہ تھی کہ بم پھینکنے والا کمرے کے تباہ ہوتے ہی بے فکر ہو کر باہر کو نکلا۔ وہ شاید اب عمران کی لاش کے ٹکڑے اکٹھے کرنے کے لئے آ رہا تھا تاکہ اُسے بار کمرے کے سامنے پیش کر کے اپنی فتح کا ثبوت دے سکے۔ لیکن اس کے باہر نکلنے ہی عمران نے ٹہم کر دبا دیا۔ اور دوسرے لمحے وہ آدمی کسی لٹو کی طرح فضا میں گھوما اور پھر نیچے گر بیٹا۔ بلا مبالغہ سینکڑوں گولیاں اس کے جسم میں داخل ہو گئی تھیں۔

اب میدان صاف تھا۔ عمران اٹھ کر دوڑتا ہوا عمارت کی طرف بڑھا۔ اُسے اس ساری مہم جوئی کے درمیان اندر کے حالات کا علم ہی نہ تھا۔ اس لئے وہ احتیاط سے دوڑتا ہوا اصل عمارت کی طرف بڑھا۔ اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔ اور آنکھوں سے

شعلے سے لپک رہے تھے۔ کیونکہ اندر سے خاموشی کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ جو زلزلہ اور جونا دونوں ہلاک ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ سولہ لاشیں گمانے کے باوجود عمران کا غصہ اور وحشت اپنے عروج پر تھی۔ کیونکہ اتنا اس نے ایک ہی نظر میں دیکھ لیا تھا کہ ان چودہ افراد میں بار کمرہ موجود نہ تھا۔

”باہر میرے سولہ مسلح ساتھی موجود ہیں۔ اس لئے غلط حرکت کرنے کا سوچنا بھی نہیں“۔ میتھوئس کے باہر نکلتے ہی بارکمر نے جوزف اور جوانا کو انتباہ کرتے ہوئے کہا۔

جوزف اور جوانا ہونٹ بھینچے خاموش کھڑے رہے۔ البتہ انہوں نے اب اپنے ہاتھ نیچے کر لئے تھے۔ اور ان کے ہاتھ نیچے کرنے پر بارکمر یا اس کے ساتھیوں نے اعتراض بھی نہ کیا تھا۔ ان کی سائیڈوں میں لٹکے ہوئے ہولسٹروں سے ریوالور پہلے ہی بارکمر کے ساتھیوں نے اچک لئے تھے۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ بارکمر نے ان کے ہاتھ نیچے کر لینے پر کوئی اعتراض نہ کیا تھا۔

”تم چاہتے کیا ہو؟“ جوزف نے کافی دیر کے بعد پوچھا۔

”ابھی معلوم ہو جائے گا۔ ویسے ہمیں تم سے کوئی دشمنی نہیں۔ اس لئے اگر تم نے ہم سے تعاون کیا تو ہم تمہیں خراش پہنچائے بغیر یہاں

سے چلے جائیں گے“۔ بارکمر نے جواب دیا۔ اور جوزف ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا۔

تقریباً آٹھ دس منٹ بعد میتھوئس اندر داخل ہوا۔ اس کا چہرہ لٹکا ہوا تھا۔

”عمارت خالی پڑی ہے۔ باس اور کوئی آدمی بھی نہیں ہے“ میتھوئس نے کہا اور بارکمر حیرت سے اُسے دیکھنے لگا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ عمران عمارت میں نہیں ہے؟“ بارکمر نے حیران ہو کر پوچھا۔

”نہیں باس۔ میں نے ایک ایک کمرہ دیکھ ڈالا ہے۔ بہت بڑی عمارت ہے یہ“۔ میتھوئس نے کہا۔

”تو پھر یہ بتائیں گے کہ عمران کہاں ہے؟“ بارکمر نے جوزف اور جوانا کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

”باس وہ ہمارے آنے سے پہلے چلا نہ گیا ہو۔ ہم خواہ مخواہ ریت کے ٹیلوں تک گئے۔ ویسے ہمیں ایک آدمی یہاں چھوڑ دینا چاہیے تھا“۔ میتھوئس نے کہا۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی تلخی تھی۔

”ہاں واقعی۔ بہر حال یہ دو آدمی تو موجود ہیں۔ یہ بتائیں گے کہ عمران کہاں ہے۔ بولو۔ کہاں گیا ہے عمران؟“ بارکمر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور آخر میں جوزف اور جوانا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”میری جیب میں پڑا ہے نکال لو“۔ جوانا نے بڑے مطمئن سے لہجے میں کہا۔ اس کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ عمران نیچے تہ خانے کی لیبارٹری میں ہے اور یہ ساری عمر سر

چلتے رہ جائیں تب بھی یہ تہ خانہ نہیں ڈھوٹھہ سکتے۔

"شٹ اپ۔ میں تمہاری آنتیں باہر نکال دوں گا۔ بتاؤ کہاں ہے عمران"۔ بارہم نے غصے سے چیخے ہوئے کہا۔

"تمیز سے بات کہ دو چوبے کے نیچے۔ جانتے ہو تم کس سے مخاطب ہو۔ میں اب تک اس لئے خاموش رہا ہوں کہ مجھے تمہارے یہاں آنے کے مقصد کا علم نہ تھا"۔ جوانا نے غراتے ہوئے جواب دیا۔

"ادھم۔ تم مجھے کہہ رہے ہو بارہم کہ۔ میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔ گوئی مارو اسے گوئی مار دو"۔ بارہم نے غصے سے چیخے ہوئے

کہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا۔ جوانا اور جوزف دونوں بیک وقت حرکت میں آئے اور دوسرے لمحے ان کی سائیٹوں میں کھڑے مشین گن بمدار بمی طرح چیخے ہوئے بارہم اور میٹھوس پر جا گمے۔ دونوں نے اپنی اپنی سائیٹوں میں کھڑے ایک ایک

مشین گن بمدار کی گنوں پر بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ ڈال کر بارہم اور میٹھوس پر پھینکا۔ تو وہ دونوں چیخے ہوئے سامنے کھڑے بارہم اور میٹھوس

پر جا گمے۔ البتہ مشین گنیں جوزف اور جوانا کے ہاتھ نہ چڑھ سکیں۔ کیونکہ فولادی نالیں بے حد پھسلواں تھیں۔ بارہم اور میٹھوس جوانا اور

جوزف کے حرکت میں آتے ہی بجلی کی سی تیزی سے اپنی جگہ سے ہٹے تھے۔ انہوں نے جیبوں سے ریوا لور نکالنے کی کوشش کی۔ لیکن جوزف

اور جوانا دونوں اٹتے ہوئے ان سے جا کھڑے اور انہیں ساتھ گھسیٹتے ہوئے دیوار سے جا لگے۔ اُسی لمحے مشین گن بہ دار تیزی سے

اٹھنے لگے۔ لیکن جوزف نے میٹھوس کو گھما کر ان دونوں پر بیک وقت

پھینک دیا۔ اور وہ تینوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر ایک بار پھر چیخے ہوئے نیچے گرے تھے۔ لیکن بارہم جوانا کے ساتھ گھسٹا ہوا جیسے دیوار سے ٹکرایا وہ چلنی پھلنی کی طرح نیچے فرش پر لیٹا اور جوانا کی ٹانگوں کے درمیان سے نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔ جوانا اس کے نکلتے ہی بجلی کی سی تیزی سے مڑا۔ لیکن اُسی لمحے بارہم نے اچھل کر پوری قوت سے سر کی ٹکڑی مڑتے ہوئے جوانا کی ناف کے نیچے ماری اور جوانا تیزی سے مڑ رہا تھا پوری قوت سے ماری گئی اس ٹکڑی سے توازن قائم نہ رکھ سکا اور بلکھڑا کر لپشت کے بل زمین پر گر گیا۔ اس کے نیچے گرتے ہی بارہم نے اچھل کر جوانا کے سینے پر دونوں پیر مارنے چاہے۔ لیکن جوانا کی لات تیزی سے گھوم کر اس کی لپشت پر لگی اور وہ چیخا ہوا قلابازی کھا کر پھلی دیوار سے ٹکرایا۔

میٹھوس اور مشین گن بمداروں کے نیچے گرتے ہی جوزف نے چھلانگ لگائی اور دوسرے لمحے ایک مشین گن اس کے ہاتھ میں آگئی۔ اور پھر کمرہ ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی میٹھوس اور اس کے دونوں ساتھیوں کی چیخوں سے گونج اٹھا۔ جوزف ان تینوں کا خاتمہ کر کے تیزی سے بارہم کی طرف گھوما۔

"ٹھہر جوزف۔ یہ میرا شکار ہے"۔ جوانا نے جو اس وقت بارہم کو دیوار سے مار کر اٹھ رہا تھا بیچ کر کہا۔ اور جوزف نے ہاتھ روک دیا۔ اُسی لمحے عمارت کے باہر فائرنگ کا جیسے طوفان سا آگیا۔ انسانی چیخوں اور مشین گنوں کی فائرنگ سے یوں لگ رہا تھا جیسے دو فوجیں آپس میں ٹکرائی ہوں۔ جوزف یہ آوازیں سنتے ہی تیزی سے



دروازے کی طرف پیکا۔ لیکن اُسی لمحے بار کہ دیوار سے ٹکرا کر کسی گیند کی طرح واپس ہوا۔ اور اس بار دروازے کی طرف لپکتے ہوئے جوزف سے ٹکراتے ہوئے جب فرش پر گرے تو حیرت انگیز طور پر جوزف کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن اس کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھی۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ گن سیدھی کہ کے ٹیگر دبا کر جوزف کی لات تیزی سے گھومی اور مشین گن بار کہ کے ہاتھوں سے نکل کر دُور جا گئی۔ اور اُسی لمحے جو انا اچھل کر بار کہ سے جا ٹکرایا۔ اور وہ بار کہ کو ساتھ لئے فرش پر گرے۔ اس بار بار کہ نیچے اور جو انا اوپر تھا۔ بار کہ نے نیچے گرتے ہی دونوں گھٹنے تیزی سے اٹھ کئے اور جو انا جیسا لحیم شیخیم آدمی دونوں گھٹنوں کی ضرب کھا کر سائیڈ میں گر گیا۔ اور پھر وہ دونوں ہی بیک وقت اٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن پھر بار کہ کی شامت ہی آگئی۔ جوزف کا ایفٹ بک پوری قوت سے اس کی کینڈی سے ٹکرایا اور وہ اچھل کر جو انا کی طرف کوچکا ہی تھا کہ جو انا نے لٹو کی طرح گھوم کر پوری قوت سے لات اس کے پہلو میں ماری اور بار کہ چنچیا ہوا سائیڈ کی دیوار سے پوری قوت سے جا ٹکرایا۔ اس بار وہ اپنے ہاتھ آگے کر کے اپنے آپ کو نہ روک سکا تھا۔ اس لئے اس کا سر دیوار سے ٹکرایا اور وہ بیت کے خالی ہوتے ہوئے بورے کی طرح فرش پر لٹھک گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ اُسی لمحے باہر ایک خوف ناک دھماکہ ہوا۔ اور دھماکے کی بازگشت ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ مشین گن چلنے کی آواز ابھری۔ اس بار ایک ہی مشین گن چل رہی تھی۔ اور پھر باہر خاموش طاری ہو گئی۔ جوزف ایک بار پھر تیزی سے کمرے میں موجود دوسری مشین گن کی طرف

چھپا۔ اور مشین گن اٹھا کر بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ ادھر جو انا بار کہ کے نیچے گرتے ہی تیزی سے اس کی طرف پیکا۔



عمران جیسے ہی برآمدے کے ستون کی آڑ میں پہنچا اس نے راہداری میں جوزف کی جھلک دیکھی اور اُسے دیکھتے ہی عمران کے حلق سے اطمینان کی سانس نکل گئی۔  
”جوزف“ عمران نے زور سے کہا۔ تاکہ جوزف اُسے دیکھتے ہی کہیں گولی نہ چلا دے۔ کیونکہ وہ اس کے ہاتھ میں مشین گن دیکھ چکا تھا۔

”باس آپ“ دوسری طرف سے جوزف نے چونکتے ہوئے کہا۔ اور عمران ستون کی آڑ سے نکل کر برآمدے میں آ گیا۔

”جو انا کہاں ہے“ عمران نے تیز لہجے میں پوچھا۔  
”وہ اندر ایک حملہ آور کی ہڈیاں توڑ رہا ہے۔ تین افراد تو ہلاک

ہو چکے ہیں۔ ایک جوان کا باس ہے وہ ابھی زندہ ہے۔“ جوزف نے بڑے بے نیازانہ لہجے میں کہا۔ جیسے اس نے انسانوں کی بجائے مکھیوں ماری ہوں۔ اور جو ان کسی انسان کی بجائے کسی ذبح شدہ بکری کی ہڈیاں توڑ رہا ہو۔ اور عمران تیزی سے اس کمرے کی طرف لپکا۔ جہاں جوانا موجود تھا۔

”جوانا“ عمران نے دروازے کے قریب پہنچتے ہی ادبھی آواز میں کہا۔ اور پھر اچھل کر کمرے میں داخل ہو گیا۔

”ادہ ماسٹر۔ یہ چوہے کا بچہ بے ہوش ہو گیا ہے۔ درجن اس کی ایک ایک ہڈی توڑ دیتا۔“ جوانا نے اس طرح رد دیتے والے لہجے میں جواب دیا جیسے اُسے بارک کے بے ہوش ہو جانے پر شدید دکھ پہنچا ہو۔

”توڑ دینی تھی۔ اس نے بھی تو ہمیں مارنے میں کمی نہیں کی تھی“ جوزف نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میں ماسٹر کا پٹھایا ہوا سبق نہیں بھول سکتا جوزف۔ کہ بے ہوش افراد پر ہاتھ اٹھانا بُری دلی ہے۔ ورنہ ماسٹر سے ملنے سے پہلے بے ہوش افراد تو ایک طرف دشمنوں کے مرجانے کے باوجود میرا انتقام پورا نہ ہوتا تھا جب تک میں ان کی لاش کو اپنے قدموں سے نہ روند دوں۔“ جوانا نے ہراسا منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”شاباش۔ اچھے بچے اسی طرح سبق یاد رکھتے ہیں۔ اگر تم اسی طرح سبق یاد کرتے رہے تو جلد ہی ٹل پاس کر جاؤ گے۔“ عمران نے آگے بڑھ کر دیوار کی طرف منہ کئے فرش پر پڑے

بارک کو پلٹتے ہوئے کہا۔

”اور بھی دیر سی گئی۔ یہ اصل آدمی ہے اس کا زندہ رہنا ضروری تھا۔“ عمران نے بارک کو پلٹتے ہوئے کہا۔

گو بارک نے یہاں آنے سے پہلے ریڈی میڈ میک اپ کر لیا تھا۔ لیکن اس لڑائی میں اس کی نقلی مونچھیں۔ داڑھی اور ناک میں لگے ہوئے سپرنگ سب اڑاڑا گئے تھے اور اب وہ اصل شکل میں پڑا ہوا تھا۔

”باس پولیس گاڑیوں کے سائرنوں کی آوازیں آ رہی ہیں“ اچانک جوزف نے کہا۔

”ادہ اچھا۔ اب پہنچی ہے پولیس تاکہ اطمینان سے لاشیں گن سکے۔“ جوانا تم اس آدمی کو اٹھا کر نیچے آپریشن روم میں لے جاؤ۔ اسے نیچے پر اچھی طرح باندھ دینا۔ میں ذرا اس پولیس سے نمٹ لوں۔“ عمران نے جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”باس یہ جو کمرے میں لاشیں پڑی ہیں۔“ جوزف نے میٹھوئس اور اس کے دو ساتھیوں کی لاشوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”ان کو اٹھا کر باہر ان کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دو۔ اکٹھے ہی دفن ہو جائیں گے۔ تاکہ منکر نیک کو کھٹوک میں حساب کتاب دے سکیں۔“ عمران نے کہا اور تیزی سے باہر کی طرف لپک گیا۔ پولیس گاڑیوں کے سائرن اب رانا ہاؤس کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔

جوانا بارک کو کاندھے پر لاد کر تہہ خانوں میں بنے ہوئے ایک بڑے سے کمرے میں لے آیا۔ اسے عمران آپریشن روم کہا کرتا تھا۔

کیونکہ یہاں سرجہی کا بھی مکمل سامان موجود تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ دیواروں کے ساتھ ایسے خوف ناک آلات بھی لٹکے ہوئے تھے۔ جو کسی کو اذیت دینے کے کام آتے تھے۔ ان خوف ناک آلات کی وجہ سے یہ کمرہ کسی ظالم رومن شہنشاہ کا مخصوص اذیت خانہ دکھائی دیتا تھا۔ کمرے کے درمیان میں ایک سٹریچر بٹا ہوا تھا۔ جس کے ساتھ چمڑے کی مضبوط بلیٹس منسلک تھیں۔ جو ان کے بار کو اس سٹریچر پر لٹا کر بلیٹس کو مضبوطی سے کس دیا۔ اب بار کو ہوش میں آنے کے باوجود حرکت تک نہ کر سکتا تھا۔ بلیٹس کے جوڑ چوڑے سٹریچر کے نیچے تھے اس لئے انہیں کم از کم بار کو کسی طرح بھی نہ کھول سکتا تھا۔ جو ان کے سٹریچر کے سربانے کی طرف لگے ہوئے ایک ہینڈل کو گھما تا تو بار کو کے سربانے کی طرف سے آدھا سٹریچر اویچا اٹھنے لگا۔ جب بار کو کا آدھا دھڑ اس کے پچھلے دھڑ کی نسبت نیچے اویچا ہو گیا تو جو ان کے ہاتھ روک لیا۔ اور اطمینان سے ایک طرف رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب اُسے عمران کا انتظار تھا۔ اس کی آنکھوں میں جھپک ابھرا آئی تھی کیونکہ عمران کسی کو اس وقت آپریشن روم لے جانے کا حکم دیتا ہے جب اس نے اس سے پوچھ گچھ کرنی ہوتی ہے۔ اور جو ان کو اس طرح پوچھ گچھ کے بہانے خاص سرجہی کرنے کا بہانہ ہاتھ آجاتا تھا۔ اور اس کی وحشیانہ جبلت کو قدرے سکون میسر آجاتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جوزف اندر داخل ہوا۔

”ماسٹر ابھی نہیں آیا۔ میرے ہاتھوں میں کھجی ہو رہی ہے“ جو ان کے مسکراتے ہوئے کہا۔

”باس پولیس سے نمٹ رہے ہیں۔ ان سے لاشیں اٹھوا اٹھوا کر مانا جاؤں گے۔ باہر بھجوا رہے ہیں۔ لیکن تمہارے ہاتھوں میں کھجی کیوں شروع ہو گئی؟“ جوزف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ماسٹر اس سے پوچھ گچھ کر لے گا تو دوچار ہاتھ بھاڑنے کا مزید موقع مل جائے گا۔ اس کم بخت نے بے ہوش ہو کر سارا مزہ ہی کر لیا کہ دیا ہے“ جو ان کے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور جوزف سر ہلا کر رہ گیا۔

اور پھر چوتھی عمران کمرے میں داخل ہوا تو اُسی لمحے سٹریچر پر بندھے ہوئے بار کو کو بھی ہوش آ گیا۔ اور اس نے حرکت کرنے کی کوشش کی۔

”یہ رہیے۔ اطمینان سے لیٹے رہو بار کو۔“ عمران نے اس کے قریب جا کر بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ اور بار کو نے عمران کی آواز سنتے ہی چونک کر آنکھیں کھولیں اور پھر جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن ظاہر ہے اس کے جسم نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

”جوزف تم باہر جا کر ذرا خیال رکھو۔ ہو سکتا ہے بار کو صاحب نے ابھی کوئی اور گمراہی بھی پال رکھا ہو“ عمران نے جوزف سے کہا اور جوزف سر ہلاتا ہوا دروازے کی طرف مڑ گیا۔

”مم۔ مم۔ میرے ساتھی“ بار کو نے بے اختیار کسمسے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”تمہارے تمام ساتھی جہنم واصل ہو چکے ہیں۔ سولہ آدمی عمارت سے باہر لان اور سائیدول میں تھے اور تین تمہارے ساتھ اندر تھے۔“



تم تو مجھ پر پوری فوج پڑھا کر لے آئے تھے۔" عمران نے کمرخت  
ہجے میں کہا۔

"ہل۔۔۔ لیکن وہ سب کیسے مر گئے۔ وہ تو مسلح تھے اور تم اکیلے۔"  
بار کر کو شاید یقین نہ آ رہا تھا۔ کیونکہ جو ذن اور جوانا تو اس کے ساتھ اندر تھے۔  
اگر باہر تھا بھی تو صرف عمران اور اکیلا آدمی اور سولہ مسلح اور تربیت یافتہ  
آدمی۔ اور اس تناسب کے باوجود سولہ آدمیوں کی ہلاکت جب کہ  
عمران کو خراش تک نہ آئی تھی۔ بات تو واقعی ناقابل یقین سی تھی لیکن بار کر  
نہ جانتا تھا کہ ان سولہ آدمیوں کے مقابلے میں عمران تھا۔ علی عمران۔ اور  
جب علی عمران مقابلے میں ہو تو کوئی بات ناقابل یقین نہیں رہ جاتی۔  
"انہوں نے کوشش تو بہت کی۔ مشین گنوں کے علاوہ ہم بھی مارے  
لیکن بہر حال پہلے تو یہ بتاؤ کہ تم نے فیاض کو کہاں سے پکڑا تھا۔ اور اس  
پر کیا دباؤ ڈالا تھا کہ وہ مجھے اس انداز میں فون کرے پر مجبور ہو گیا۔"  
عمران نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔

"لگ۔ لگ۔ کیا مطلب۔ کیا تمہیں معلوم ہو گیا تھا کہ فیاض  
میرے دباؤ کی وجہ سے فون کر رہا ہے۔ اور تبھی تم عمارت سے غائب ہو  
کر کسی جگہ چھپے ہوئے تھے۔" بار کر نے کہا۔  
"اگر مجھے پہلے معلوم ہو جاتا تو شاید تم میں سے ایک بھی ہلاک نہ ہوتا۔  
اور سب اس وقت یہاں قطار میں بندھے پڑے ہوتے۔ لیکن مجھے  
اس وقت معلوم ہوا جب تم سب عمارت میں داخل ہو چکے تھے۔ بہر حال  
تم نے واقعی ذہانت سے کام لیا۔ اس جگہ کا بیڑہ صرف فیاض کو ہی  
ہو سکتا تھا۔ تم نے اس کا کیا کیا،۔۔۔ عمران نے کہا۔

"وہ میرے آدمیوں کے قبضے میں ہے۔ اگر میں صبح تک دالیں نہ گیا تو وہ  
اس کی بوٹیاں اڑا دیں گے۔" بار کر نے فوراً ہی اپنی زندگی بچانے  
کے لئے عمران کی کمزوری کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔

"اچھا ہے اڑا دیں بوٹیاں۔ بہت سا گوشت فالتو پڑھ گیا تھا۔ اور  
اگر بالکل ہی ختم کر دیا تو پھر اور بھی اچھا ہے۔ کم از کم فلیٹ کی ملکیت کا  
دعویدار تو ختم ہو جائے گا۔" عمران نے بڑی بے نیازی سے جواب  
دیا۔ اور بار کر کے چہرے پر مایوسی کی لہر دوڑ گئی اور عمران مسکرا دیا۔  
وہ بھلا بار کر کے ایسے نفسیاتی داؤ میں کہاں آنے والا تھا۔ فیاض کے  
متعلق پوچھنے پر بار کر کی آنکھوں میں ابھرنے والی جھپک سے ہی اس نے  
اس کا ذہن پڑھ لیا تھا۔ اور پھر عمران کے جواب سے اس کے چہرے  
پر پوچھانے والی مایوسی نے تو ساری کہانی ہی ظاہر کر دی تھی۔  
"ماسٹر صرف باتیں ہی کرتے رہو گے۔" جوانا سے نہ رہا گیا تو  
آخر کار بول پڑا۔

"یار دو چار منٹ اسے بول لینے دو۔ پھر تو قیامت تک اس نے  
خاموش ہی رہنا ہے۔ اتنی بھی کیا جلدی ہے۔ اطمینان سے بھیجیں گے  
اسے عالم بالا کی طرف۔ وہاں کہاں اس کی نیکیوں کی وجہ سے فرشتے  
اس کا انتظار کر رہے ہوں گے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
"سنو عمران۔ یہ ٹھیک ہے کہ میرا کھیل ختم ہو گیا ہے۔ میرا ایک  
نہیں دو گروپ ختم ہو گئے ہیں۔ اور میں یہاں بے بس پڑا ہوں جب کہ تم  
زندہ سلامت کھڑے ہو۔ اگر تم میں انسانیت کی کوئی رشتہ ہے تو میری  
آخری خواہش پوری کر دو۔" بار کر نے بڑے سنجیدہ ہجے میں کہا۔

”سودی — مجھ میں حق نام کی کوئی چیز نہیں ہے، اس لئے تمہیں زندگی کی معافی نہیں مل سکتی۔ ہاں البتہ تم میرے ساتھ سودا کرو۔ جو کچھ میں پوچھوں اس کا صحیح جواب دے دو۔ پھر میں سوچوں گا کہ تمہیں زندہ دکھا جائے یا نہیں۔“ — عمران کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

”تم غلط سمجھتے ہو میں زندگی کی بھیک نہیں مانگ رہا۔ ادب نے میں نے کبھی کسی سے ایسی بھیک مانگی ہے۔ میں ہزاروں نہیں کم دڑوں بار۔ موت کے منہ سے نکلا ہوں۔ میں نے لاکھوں بار موت کا مزہ اچھکھ کم اُسے کھوک دیا ہے۔ میں ویسٹرن کارمن سیکرٹ ایجنسی کا پیشل سیر ایجنٹ تھا۔ موت تو مجھ سے منہ چھپا کہ نکل جاتی تھی۔ اس لئے میں اب بھی موت سے نہیں ڈرتا۔ اس نے بہر حال آٹا نہیں۔ میں صرف اتنا چاہتا تھا کہ میری موت بزدلوں جیسی نہ ہو۔ میں بہادروں کی طرح لڑتا ہوں امر جاؤں۔ پھر مجھے اپنی موت پر ہرگز کوئی افسوس نہیں ہوگا۔ اور سو اگر تم میری یہ شرط منظور کر لیتے ہو تو میرا یہ جینٹل مین پراس ہے کہ تم جو مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو میں سچ سچ بتا دوں گا۔ ورنہ تم جانتے ہو۔ سیکرٹ ایجنٹ پر تشدد نفسیاتی ڈاؤنچ۔ کوئی حربہ کارگر نہیں ہوتا۔ اس کی زبان بند ہی رہتی ہے۔“ — بارکر نے بڑے دلیرانہ لہجے میں کہا۔

”بطور سیکرٹ ایجنٹ تمہارا کیا نام تھا؟“ — عمران نے پوچھا۔

اس بار اس کا لہجہ نرم تھا۔

”میرا نمبر دن تھا۔ اور نام کٹ ڈائمنڈ تھا۔“ — بارکر نے جواب دیا۔

”ادہ تو کٹ ڈائمنڈ تم تھے جو اچانک غائب ہو گئے تھے۔“

عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”تم کیسے جانتے ہو۔ کیا تم بھی سیکرٹ ایجنٹ ہو؟“ — بارکر نے چونک کر پوچھا۔

”ارے نہیں۔ میں میری معلومات ذرا انسائیکلو پیڈیا ٹائپ کی ہیں۔ بہر حال اگر تم کٹ ڈائمنڈ ہو۔ تو پھر تم یقیناً بوڑھے ہو چکے ہو ورنہ جوزف اور جوآنہ تم پر اتنی جلدی قابو نہ پالیتے۔ ویسے ذہانت کے لحاظ سے تم کٹ ڈائمنڈ لگتے ہو۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے سیکرٹ ایجنسی چھوڑے کافی عرصہ ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ قسمت تمہارے آدمیوں کے ساتھ تھی۔ بہر حال تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔“ — بارکر نے کہا۔

”تم کس سے لڑنا چاہتے ہو۔ مجھ سے جوآنہ سے یا جوزف سے۔ اور سنو۔ تمہاری گردن تو میرے ایک آدمی نے دہاں فن لینڈ میں توڑ دی تھی۔ لیکن تم پھر زندہ ہو کر آ گئے۔ اب بھی اگر مرنے کے بعد تم زندہ ہو گئے تو پھر.....“ — عمران نے کہا۔

”دہاں میں اچانک حملے کی وجہ سے مار کھا گیا تھا۔ کاش مجھے موقع مل جاتا تو میں لازماً تمہارے اس آدمی سے اپنا انتقام لیتا۔ اور میں تم تینوں سے بیک وقت لڑنے پر تیار ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ زندگی میں آخری بار کم از کم تم تینوں کو تو یہ بتا دوں کہ کٹ ڈائمنڈ کیا تھا۔“ — بارکر نے کہا۔

”باس۔ اس کی بیٹیوں کی مرمت صحیح نہیں ہوئی۔ اگر یہ بے ہوش نہ ہو جاتا تو شاید یہ اس طرح زبان چلانے کے بھی قابل نہ رہتا۔ بہر حال آپ اسے چھوڑ دیں میں دیکھتا ہوں کہ ڈائمنڈ صاحب کتنے سیکنڈوں

میں کٹ کر دینوں میں تبدیل ہوتے ہیں۔ ماسٹر جو انا کے لئے اس کی لاف زبان ناقابل برداشت ہے۔ ماسٹر کلر کا ماسٹر جو انا سے بتا دے گا کہ لڑائی کسے کہتے ہیں۔ جو انا نے غصے سے پھنکار تے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے سے لیکن لگے تھے۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔ تمہیں لڑ کر مرنے کا پورا پورا موقع دیا جائے گا۔ یہ میرا علی عمران کا وعدہ ہے۔"

عمران نے باوقار لہجے میں کہا۔  
"شکر یہ مجھے تم پر اعتماد ہے۔ پوچھو تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

بارکر نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔  
"تمہارا پادری لینڈ میں کیا عہدہ ہے؟" عمران نے پوچھا۔  
"میں پادری لینڈ کی جیمرین لیڈی ایشلے کا نمبر ٹوپوں۔" بارکر نے خیر لہجے میں کہا۔

"گڈ۔ پھر پادری لینڈ ہیڈ کوارٹر کا اندرونی نقشہ تفصیل سے بتا دو۔"

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
"تم کیا کر دو گے پوچھو کہ۔ ہیڈ کوارٹر میں کسی آدمی کا داخلہ ناممکن ہے۔" بارکر نے کہا۔

"یہ بات ہمارے شرط میں شامل نہیں تھی۔ میں تمہارے جواب کا مہرہ ڈالوں۔ اچھا یا یعنی بناؤں۔ تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔ تم صرف میرے سوال کا جواب دو۔" عمران نے کمر تخت لہجے میں کہا۔  
اور جواب میں بارکر نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد ہیڈ کوارٹر کا اندرونی نقشہ پوری تفصیل سے بتا دیا۔ ساتھ ہی حفاظتی انتظامات بھی۔

"یہ سپیشل لیبارٹری کیا ہیڈ کوارٹر کے اندر ہے۔ جس میں پاکیشیائی سائنسدانوں کو اغوا کر کے لے جایا گیا ہے۔" عمران نے پوچھا۔  
"مجھے نہیں معلوم۔ سپیشل لیبارٹری باس ہنری کے چارج میں ہے۔" بارکر نے جواب دیا۔

"گڈ۔ تم نے واقعی مجھ پر اعتماد کیا ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ تمہاری پنڈلی میں آٹومیٹک ٹرانسمیٹ فیوز موجود نہیں ہے۔ اگر تم کامیاب ہو جاؤ تو میرا سر لے کر ہیڈ کوارٹر میں کیسے داخل ہوتے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اودہ تو تم اس کے متعلق جانتے ہو۔ اس کے لئے فن لینڈ میں مخصوص پوائنٹ ہیں جہاں اطلاع دینے پر مجھے ہیڈ کوارٹر ٹرانسمیٹ کر لیا جاتا۔" بارکر نے جواب دیا۔

"اگر میں تمہیں یہیں سے تمہارے ہیڈ کوارٹر ٹرانسمیٹ کر دوں تو کیسا رہے؟" عمران نے منستے ہوئے کہا۔  
"ایسا ناممکن ہے۔" بارکر نے کہا۔

"ناممکن اس دنیا میں کوئی چیز نہیں ہوتی بارکر عرف کٹ ڈامنڈ صاحب۔ یہ لفظ میری لغت میں موجود نہیں ہے۔ اور اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں جان سے نہیں مارا جائے گا بلکہ تمہیں بطور تحفہ لیڈی ایشلے کو ٹرانسمیٹ کر دیا جائے گا۔" عمران نے کہا۔

"یہ تو وقت بتائے گا کہ لیڈی ایشلے کے پاس میں بطور تحفہ پہنچا ہوں یا تمہارا سر۔" بارکر نے ہونٹ پھینچتے ہوئے جواب دیا۔  
"اؤ گے۔ جو انا اس کی بلیٹس کھول دو۔ اور اسے رانا ماؤس



سے باہر چھوڑ آؤ۔ تاکہ یہ لڑنے کے لئے کچھ کھپانی لے۔ کچھ جان بنالے۔  
عمران نے کہا۔

ادرجوانا نے آگے بڑھ کر اس کی بلیٹیں کھولنی شروع کر دیں۔ چند لمحوں بعد بارکہ اچھل کر سڑکی پر سے نیچے اتر آیا۔ پہلے تو وہ اپنے جسم کو مختلف حرکتیں دے کر دایم اپ کی تار مارا۔ پھر وہ طویل سانس لے کر سیدھا ہو گیا۔

”ٹھیک ہے۔ اب میں لڑنے کے لئے تیار ہوں۔“ — بارکہ نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”یاد چھوڑو لڑائی بھڑائی اچھی تیز نہیں ہوتی۔ جاؤ جا کر عیش کرو۔ جوانا اسے باہر چھوڑ آؤ۔ اب یہ میرے لئے بے کار ہو چکا ہے۔“

عمران نے مسکرا کر کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔ لیکن دوسرے لمحے بارکہ بجلی کی سی تیزی سے اچھلا اور اس نے مڑتے ہوئے عمران کی گردن کے گرد دونوں ہاتھ ڈالے اور اسے گھسیٹ کر ایک دیوار کے ساتھ لے گیا۔

”خبردار میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔“ — بارکہ نے چیخ کر جوزف اور جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔ جو خاموش کھڑے تھے۔

”ہاں بھئی۔ بالکل خبردار۔ یہ بارکہ نہیں بلکہ گردن توڑ بنجارا ہے۔“ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں کہا۔ اس کے لہجے سے ذرا بھی محسوس نہ ہوا تھا کہ بارکہ نے پوری قوت سے اس کی گردن دبائی ہوئی ہے۔ اور بارکہ نے اپنی طرف سے پوری قوت سے گردن کو جھٹکا دیا۔

”ارے ارے کیا کر رہے ہو یار۔“ — عمران نے کہا۔ اور اس

کے ساتھ ہی وہ تیزی سے اچھل کر دو قدم آگے کو ہوا۔ ظاہر ہے بارکہ اس کے ساتھ ہی گھسٹتا ہوا آگے آیا اور پھر عمران ایک لمخت جھکا تو دوسرے لمحے بارکہ چلتا ہوا اس کے سر کے اوپر سے قلابازی کھا کر جوزف کے قدموں میں فرش پر پشت کے بل گرا۔

”لو بھئی سنبھا لو اسے۔ بس خیال رکھنا یہ مرے نہیں۔ باقی سب اجازت ہے۔ اب اس نے خود ہی جھپٹ خانی کی ہے۔ درنہ میں تو اسے جلنے دے رہا تھا۔“ — عمران نے مسکرا کر اپنی گردن کو دونوں ہاتھوں سے مسلتے ہوئے کہا۔

”اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ چوہے۔ تاکہ ماسٹر یہ نہ کہے کہ نیچے گمے نے ہوئے پر دار کیا ہے۔“ — جوانا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ اور بارکہ بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ عمران ایک طرف بڑھ کر بیٹھے اطمینان سے کمری پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے کسی بچے کو بغیر ٹکٹ سینما مال میں داخل ہونے کا موقع مل گیا ہو۔

بارکہ اور جوانا ایک دوسرے کے سامنے کھڑے چند لمحے کینہ توڑ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ پھر بارکہ نے پہل کی۔ وہ تیزی سے پیچھے ہٹا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ فرش پر ٹکے۔ اور پھر بجلی سے بھی زیادہ تیزی سے اس کی دونوں ٹانگیں گھوم کر پوری قوت سے ساکت کھڑے جوانا کے سینے پر پڑیں۔ لیکن جوانا اس قدر زوردار ضرب کھا کر کہ اپنی جگہ پہاڑ کی طرح جما کھڑا رہا۔ اور بارکہ اچھل کر سیدھا کھڑا ہوا۔ اور دوسرے لمحے اس نے جو بیٹو کا خوف ناک

داؤ جو ناپہ آزمایا۔ وہ تیزی سے اچھل کر جوانکے دائیں رخ پر آیا اور جوانا کا بازو پکڑ کر اس نے دائیں طرف اپنے جسم کو جھکا کر دونوں ٹانگوں سے جوانا کی دونوں ٹانگوں کے گرد دھنچنی ڈالی۔ اور جھٹکے سے فرش پر گرنے کی کوشش کی۔ اس داؤ کا نتیجہ یہی نکلتا تھا کہ جوانا لٹکھڑا کر پہلے دائیں طرف کو نیچے جھکتا اور پھر اس کے پیر اکھڑ جاتے اور وہ پشت کے بل نہ صرف فرش پر گرتا بلکہ اس کا دایاں بازو بھی جوڑے سے اکھڑ جاتا۔ لیکن بارگم کا یہ داؤ اس لئے بے کار گیا کہ باوجود پوری قوت سے فرش کی طرف گرنے کے جوانا اسی طرح کھڑا رہا۔ اور بارگم اس کے بازو کو پکڑے اس کی ٹانگوں کے گرد دھنچنی مارے کسی نیچے کی طرح فضا میں ہی لٹکا رہ گیا۔ جوانا خاموش کھڑا تھا۔ اور اپنا داؤ اس بُری طرح ناکام ہوتے دیکھ کر بارگم نے دھنچنی کھولی اور اچھل کر سیدھا کھڑے ہوتے ہوئے اس نے ایک لات گھما کر جوانا کی سینڈلیوں کی عقبی سمت بھر پور داری کیا۔ اس بار جوانا ذرا سا لٹکھڑایا۔ لیکن اس کے قدم بہر حال مضبوطی سے جھے رہے۔ اور بارگم زور زور سے مانپتا ہوا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”بس کٹ ڈالمنڈ کے پاس ہی داؤ میں یا ابھی کوئی اور حسرت بھی ہے۔“ جوانا نے تلخ لہجے میں کہا۔

اور دوسرے لمحے بارگم نے بجانے کس جگہ سے ایک بتلی دھاڑ کا نخر کھینچا اور بڑے مابہر انداز میں اس نے جوانا کے پہلو میں اُسے مارنا چاہا۔ اس بار جوانا تیزی سے گھوما۔ اور دوسرے لمحے بارگم چیختا ہوا پشت کے بل فرش پر جا گرا۔ نخر اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

”ویل ڈن جوانا“۔ عمران کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ واقعی جوانا نے انتہائی مہارت سے بارگم کا یہ خوف ناک داؤ توڑا تھا۔

اور اب بارگم کی حقیقی طور پر شامت آگئی۔ بارگم کے نیچے گرتے ہی جوانا عقاب کی طرح اس پر جھپٹا۔ اور دوسرے لمحے اس نے ایک ہاتھ سے بارگم کی گردن کو پکڑ کر اُسے فضا میں اٹھایا۔ اور دوسرے ہاتھ کی پوری قوت سے اس نے بارگم کے پہلو میں زور دایر بیچ مارا۔ بارگم کے حلق سے چیخ تو نکلی لیکن اس نے یک نخت دونوں ٹانگیں سیکر کر جوانا کے پیٹ پر ماریں۔ اور اس کے ہاتھ سے اپنی گردن چھڑا کر قلابازی کھا کر سیدھا ہوا ہی تھا کہ جوانا نے یک نخت آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے اس کی کلاسیاں پکڑیں اور اپنے دونوں بازوؤں کو ایک جھٹکے سے نیچے کیا۔ اور ساتھ ہی اس نے لات اور پیر کو اٹھا دی۔ اور بارگم کے جسم نے الٹی قلابازی کھائی اور اس کے ساتھ ہی بارگم کے حلق سے ایسی چیخ نکلی جیسے روح اس کے جسم سے نکل رہی ہو۔ اس کے ساتھ ہی جوانا نے اس کی کلاسیاں چھوڑ دیں۔ اور بارگم مردہ پھینکی کی طرح متہ کے بل زمین پر گرا۔ اس کے دونوں کندھوں کے جوڑے اکھڑ چکے تھے۔

بارگم کے نیچے گرتے ہی جوانا نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی پشت پر اپنے دونوں پیر رکھے اور جھک کر بارگم کی تڑپتی ہوئی دونوں ٹانگیں پکڑیں اور اس کے ساتھ ہی وہ خود پشت کے بل فرش پر گر گیا۔ اس بار بارگم کے حلق سے نکلنے والی چیخیں اس قدر زوردار تھیں کہ کمرہ گونج اٹھا۔

”واہ۔ بہت خوب جوانا۔“ اچھے داؤ سیکھ گئے ہو۔“ عمران

نے اکھاڑے کے خلیفہ کی طرح شاگرد کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔  
اب بارکہ فرس پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی  
کا جوڑ ٹوٹ چکا تھا۔ اور اب وہ ہتھکچو لے کی طرح پڑا تھا۔ لیکن جوانا  
کی وحشت ابھی عروج پر تھی۔ اس نے اُسے ایک ہاتھ سے پکڑا۔  
اور دوسرے لمحے اس نے اس کی کلائی ایک ہاتھ سے پکڑی۔ اور  
دوسرے ہاتھ کی سائیڈ پوری قوت سے اس کے بازو کی ہڈی پر مادی  
کٹک کی آواز سے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ یہی عمل جوانا نے دوسرے  
بازو پر کیا۔ اور پھر بارکہ کی ٹانگوں کی مادی آگئی۔

”پنڈلی نہ توڑنا۔ ران توڑ دو۔“ عمران نے اس بار کہا۔ اور چند  
ہی لمحوں میں بارکہ کی دونوں رانوں کی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں۔ جوانا دو قدم  
پیچھے ہٹا۔ وہ اب دونوں بیروں سمیت بارکہ کے سینے پر کودنا چاہتا تھا۔  
”بس۔ بس۔ ورنہ مرجائے گا۔“ عمران نے یکدم اٹھ کر جوانا کا  
بازو پکڑ کر جھٹکا دیا۔ اور جوانا یوں لٹکھڑاتا ہوا پچھلی دیوار سے جا ٹکرایا۔  
جیسے دیوناہ جوانا نہ ہو خرگوش کا سچہ ہو۔

”مم۔ مم۔ ماسٹر۔۔۔۔۔۔“ جوانا نے غضب آلود  
ہلچے میں کہا۔

”بس اپنی وحشت کو کنٹرول کر دو۔ ورنہ ایک ہاتھ سے سادی بتیسی  
باہر نکال دوں گا۔ میں نے کہہا ہے کہ اسے زندہ رہنا ہے۔“

عمران نے کمرخت ہلچے میں کہا۔ اور جوانا بھر جھری لے کر سیدھا ہو گیا۔  
اس کا غیض و غضب سے بگڑا ہوا چہرہ نارمل ہوتا گیا۔ کیونکہ اُسے معلوم  
تھا کہ عمران جو کہہ رہا ہے وہ کمر بھی سکتا ہے۔ اگر عمران ایک ہی جھٹکے

سے اس جیسے پہاڑ کو اچھال کر دیوار سے ٹکرا سکتا ہے۔ جب کہ  
بارکہ باوجود پوری کوشش کے اُسے ایک اینچ بھی نہ ہلا سکا تھا۔ تو  
واقعی عمران کا ایک ہی تھپڑ اس کی بتیسی بھی باہر نکال سکتا تھا۔ اس لئے  
مجبوراً اُسے اپنے آپ پر کنٹرول کرنا پڑا۔

”وہ خنجر اٹھاؤ۔“ عمران نے جھک کر فرس پر پڑے ہوئے  
بارکہ کی دائیں پنڈلی کو ننگا کرتے ہوئے جوانا سے کہا۔ اور جوانا تیزی  
سے اس کو ننگے کی طرف پیکا۔ جہاں وہ خنجر پڑا تھا جو بارکہ نے جوانا کو  
مارنے کی کوشش میں نکالا تھا۔ بارکہ اب بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ عمران  
نے اس کی پنڈلی میں موجود ڈائٹا سمٹ فیوز خنجر کی نوک سے باہر نکال لیا۔  
اس سرسری کی وجہ سے بارکہ ہوش میں آ گیا۔ اور پھر اس کی کمر اہیں  
گوخ اٹھیں۔ اس کی آنکھیں پٹی ہوئی تھیں اور چہرہ تکلیف کی شدت  
سے بگڑا ہوا تھا۔

”مجھے مار ڈالو۔ مجھے مار ڈالو۔ مجھے قتل کر دو۔“ بارکہ  
نے بُری طرح فرس پر سر پٹختے ہوئے کہا۔

”اسے مرنے مت دینا۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔“ عمران نے  
جوانا سے کہا۔ اور خون آلود ڈائٹا سمٹ فیوز ہاتھ میں پکڑے وہ دروازے  
کی طرف بڑھ گیا۔

”کاش ماسٹر مجھے نہ روک لیتا تو تمہاری یہ خواہش بھی پوری ہو  
ہی جاتی۔“ جوانا نے عمران کے جانے کے بعد دانت پیستے ہوئے  
کہا۔

”پلیز مجھے مار ڈالو۔ مجھ سے یہ اذیت برداشت نہیں ہوتی فالگاڈیک



مجھے مار دو۔۔۔ بارکمر نے اُسی طرح سر پیچتے ہوئے کہا۔

”سو رہی۔۔۔ موت ماسٹر کے حکم کی پابند ہے۔“ جو انا نے سرد لہجے میں کہا۔ اور خاموشی سے کمرسی پر بیٹھ گیا۔

بارکمر اُسی طرح کہا ہوتا ہوا ایک بار پھر بے ہوش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد عمران جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں دہی ٹرانسمٹ فیوز تھا۔ لیکن دوسرے ہاتھ سے اس نے ایک بیگ اٹھایا ہوا تھا۔ عمران نے بیگ فرمیش پر رکھا اور پھر جھک کر ٹرانسمٹ فیوز کو دوبارہ بارکمر کی پینڈلی کے زخم میں فٹ کرنے لگا۔ ٹرانسمٹ فیوز کو فٹ کر کے عمران نے بیگ کھولا اور اس میں سے دو شیشیاں نکال کر ایک شیشی کو کھول کر اس میں موجود سیاہی مائل محلول کے چند قطرے زخم پر لٹ دیتے۔ زخم سے سرخ رنگ کا دھواں سا نکلا اور اس کے ساتھ ہی بارکمر پھر ہوش میں آکر برسی طرح چیخنے لگا۔ عمران نے اس کے چیخنے کی پرواہ کئے بغیر دوسری شیشی میں موجود محلول کے چند قطرے اس کے زخم پر ٹپکائے اور اس محلول کے پڑتے ہی بارکمر کی چیخیں مدھم ہو گئیں۔ عمران نے دونوں شیشیاں بند کر کے واپس بیگ میں ڈالیں۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”اب تم اپنی چیئر میں لیڈی ایشلے کے پاس جانے کے لئے تیار ہو گئے ہو۔ میں نے تمہارے ٹرانسمٹ فیوز کو آٹو میٹک بنا دیا ہے۔ لیکن تمہیں میرا ایک رقعہ ساتھ لے جانا ہو گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں نہیں۔ مجھے یہیں مار دو۔ میں اس حالت میں مادام کے

سامنے نہیں جانا چاہتا۔“ بارکمر نے ایک بار پھر سر پیچتے ہوئے کہا۔ عمران نے اس کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے بیگ میں سے سادے کاغذ کا ایک پیڈ نکالا۔ اور ایک طرف رکھی ہوئی چھوٹی میز کے ساتھ کمرسی پر بیٹھ کر اس نے جلدی سے کاغذ پر لکھنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے قلم بند کر کے جیب میں ڈالا اور کاغذ اٹھائے بارکمر کے پاس پہنچ گیا۔

”تم بھی سن لو کہ میں تمہاری لیڈی ایشلے کو کیا پیغام بھیج رہا ہوں“ عمران نے مسکراتے ہوئے بارکمر سے کہا۔ اور پھر کاغذ پر لکھتے ہوئے الفاظ پڑھنے لگا۔

”ڈیئر مادام لیڈی ایشلے چیئر میں پادری لینٹ۔ میرا سر لے آنے کے لئے تمہارا بھیجا ہوا ایجنٹ شکریے کے ساتھ واپس بھیج رہا ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ یہ بے جا رہ میرے سر کی بجائے میرا رقعہ لے کر آ رہا ہے۔ کیونکہ یہ کام اس کی حیثیت سے ادباً تھا۔ اگر تمہیں میرا سر ہی چاہیے تھا تو تم مجھ سے درخواست کرتیں۔ سر تو ایک طرف جان بھی حاضر کر دیتا۔ خوب صورت عورتوں کو ایجنٹ بھیجنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور میں تم جیسی خوب صورت خاتون کی فرمائش ٹال ہی نہیں سکتا۔ البتہ اس ایجنٹ کے ذریعہ تمہاری فرمائش مجھ تک پہنچ گئی ہے۔ میں جلد ہی خود تمہاری خدمت میں حاضری دوں گا اور پھر سر تو ایک طرف تم جو چاہو گی دے دوں گا۔ وعدہ رہا۔ اس ایجنٹ کے پاس ہماری کو میرا سلام دے دینا۔ اور ساتھ ہی شکریہ بھی ادا کر دینا۔ کیونکہ تمہارے ایجنٹ نے بتایا ہے کہ ہماری نے میری بہت تعریف کی ہے۔ اس کے باقی ساتھیوں کی فکر نہ کرنا۔ وہ سب اجتماعی قبر میں پڑے اپنا حساب

کتاب دے رہے ہوں گے۔ باقی باتیں ملاقات پر ہوں گی۔ علی عمران“  
 ”میرے خیال میں اتنا ہی کافی ہے۔“ عمران نے رقعہ پڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے جھک کر وہ رقعہ بارہ کی بلیٹ میں اس طرح گھسیٹ دیا کہ فوراً نظر آجائے۔  
 ”مجھے مار دو پلیز مجھے یہیں مار دو۔“ بارہ نے اپنی ہی رٹ لگاتے ہوئے کہا۔

”یار میں نے عزرائیل کے ساتھ ٹھیکہ تو نہیں کر رکھا۔ کچھ کام اُسے خود بھی کر لیتے دو۔“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جھک کر بارہ کی پنڈلی میں موجود ڈرامیٹ فیوز کے ایک کنارے کو انگوٹھے کی مدد سے دیا یا۔ دوسرے لمحے فرش خالی پڑا ہوا تھا۔ بارہ غائب ہو چکا تھا۔ عمران ہاتھ جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر شرم ارتی مسکراہٹ نایاب رہی تھی۔

”باس آپ واقعی پاور لینڈ جا رہے ہیں۔“ جوانا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تو اس میں شک کی کون سی بات ہے۔ ایک خوب صورت خاتون فرمائش کرے اور مجھ جیسا ازلی عاشق اس کی تعمیل نہ کرے یہ کیسے ممکن ہے۔ ارے ہاں۔ اس رقعے کے متعلق جو لیا کو نہ بتانا۔ ورنہ مجھے اپنی روح پاور لینڈ ڈرامیٹ کے فیوزے گی۔ اور ابھی الیا کو ٹی ڈرامیٹ فیوز ایجا نہ نہیں ہوا جس سے روح کو پاور لینڈ ڈرامیٹ کیا جاسکے۔ اس میں تو عالم بالا جانے کا قدرتی ڈرامیٹ فیوز نصب ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور جوانا بے اختیار ہنس

پڑا۔ اور سنو۔ ذرا اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھا کہ وہ ہتھاراجوش خردش کچھ ضرورت سے زیادہ ہی بڑھ جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بلیک ڈھکی کا چیف بن کر تم آدھے شہر کو ہلاک کر دو۔ ورنہ مجھے کٹنگا دیوتا سے دوبارہ فیصلہ کرانا پڑے گا۔ اور اس بار دونوں پیمپیوں پر جوزف کا نام لکھ دوں گا۔ ہاں یہ سوچ لو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو آپ نے دونوں پیمپیوں پر میرا ہی نام لکھا تھا۔“ جوانا نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

”تو اور کیا کرتا۔ فیصلہ جو کٹنگا دیوتا سے کرانا تھا۔ میرا فیصلہ جوزف مانتا تو سہی مگر اس طرح نہیں جس طرح اب وہ کٹنگا دیوتا کا ماننے کا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ جوانا آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

## عمران سیریز میں ایک منفرد اور دلچسپ ناول

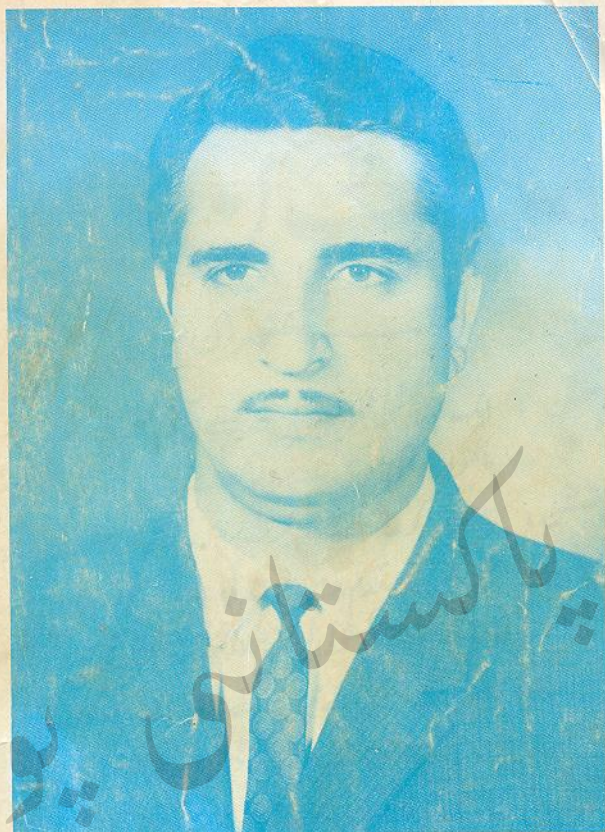
# روڈ سائڈ سٹوری

مصنف :- منظر کلیم ایم۔ اے

ایک ایسی دلچسپ اور حیرت انگیز کہانی جو سڑک سے شروع ہوئی اور جس کا اختتام بھی سڑک پر ہی ہوا۔ • عمران نے کیفے مالابار میں دین ڈاٹے ایک اعلیٰ آفیسر کو گولی مار کر ایک غیر ملکی لڑکی کو اغوا کر لیا۔ کیوں؟ • عمران نے ہوٹل میں اپنی مرضی کی جگہ نہ ملنے پر بے گناہ لوگوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ کیا عمران پاگل ہو گیا تھا؟ • سر رحمن اور سر سلطان دونوں نے عمران کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈالتے کا حکم دے دیا۔ کیوں؟ • عمران نے سر سلطان کی کینٹی سے پستول لگا کر سر رحمان، سوپر فیاض، پولیس اور رسول حکام کی موجودگی میں انہیں جبراً اغوا کر لیا۔ کس لئے؟ • عمران کی خفیہ شادی کا حیرت انگیز انکشاف۔ یہ شادی کس سے ہوئی تھی اور کب؟ • عمران کی بیوی کون تھی؟ • ایکسٹو نے جو لیا کو عبرتناک سزا دینے کا فیصلہ کر لیا۔ جو لیا کا قصور؟ • بین الاقوامی مجرم تنظیم راڈار کا عمران کے ملک میں ایک ایسا مشن کہ عمران اور ایکسٹو دونوں کو مجرموں کو پکڑ لینے کے باوجود مکمل شکست کا مزہ چکھنا پڑا۔ کیا مجرموں نے پکڑے جانے کے باوجود اپنا مشن مکمل کر لیا اور عمران اور سیکرٹ سروس منہ دیکھتی رہ گئی؟ • عمران جسے پہلی بار کھل کر مجرموں کے مقابلے میں اپنی واضح شکست کا اعلان کرنا پڑا؟ • بھرپور ایکشن اور جاندار سپنس کے ساتھ لمحہ بہ لمحہ بکھرے والے چہرے۔

ملنے کا پتہ :- یوسف برادرزہ پاک گیٹ ملتان نمبر ۵





مظہر علی خان

یکے از مطبوعات

یوسف پیشتر، ہیک سیلرز برادرز

پاک گیٹ ○ ملتان